ہفت روزہ — اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الاِسلَام — لاہور

خدامُ الدین

جلد ۲ | ۵ رشعبان المعظم سنہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۸ رمارچ سنہ ۱۹۵۷ عیسوی | شمارہ

اُٹھ اے مسلم

از آغا امین
کرشن نگر لاہور

اُٹھ اے مسلم وہی قوّت وہی ایمان پیدا کر
منظم کر کے ملت کو وہ پہلی شان پیدا کر

اگر تو چاہتا ہے اوج پر تیرا ستارہ ہو
مسلماں بن کے آبا کی وہی پہچان پیدا کر

زمین و آسماں تیرے ہیں مسلم اپنی ملت میں
عمرؓ صدیقؓ پیدا کر علیؓ عثمانؓ پیدا کر

اگر ہے آرزو دنیا میں پرچم تیرا لہرائے
محمد مصطفےٰ صلِ علیٰ کی شان پیدا کر

نہ ڈر اس دور میں اغیار کے خونی ارادوں سے
مجاہد بن، لہو گرما، دلوں میں جان پیدا کر

حسینؓ ابنِ علیؓ سے پھر شہادت کا سبق لیکر
محاذِ کاشمیر ہند میں ہیجان پیدا کر

یہ پاکستان ہے کیا چیز شرق و غرب تیرے ہیں
وہی جذبہ شہادت کا وہی ارمان پیدا کر

ہمیں اس دور میں بیدار کر کے ہر مسلماں کو
عروج ملت اسلام کا سامان پیدا کر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینہ حدیث میں ــــ اپنا چہرہ!

(از جناب خاموش مبلغ صاحب ملتان)

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

محبت کا معیار

۱- حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد (ماں باپ) اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (متفق علیہ)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے وہ لوگ بیحد محبوب ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔ اور ان میں سے ہر ایک یہ چاہے گا کہ اگر مجھے دیکھ پاتے تو اپنا مال اور اولاد مجھ پر قربان کر دیگا۔ (رواہ مسلم)

۳- حضرت عمر بن شعیب رضؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایمان کے لحاظ سے کون لوگ زیادہ بہتر ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ فرشتے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کیوں ایمان نہ لائیں جبکہ وہ اپنے رب کے نزدیک ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ پھر انبیاء علیہم السلام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کیوں ایمان نہ لائیں جبکہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ پھر ہم۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ تم کیوں نہ ایمان لاؤ جبکہ میں تم میں موجود ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا کہ میرے نزدیک بہترین مخلوق وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔ اور اللہ کی کتاب کے مندرجات پر پختہ ایمان لائیں گے۔ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوت)

۴- حضرت ابی امامہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری اس شخص کے لئے کہ جس نے مجھے دیکھا اور سات بار مبارک ہو اس شخص کو کہ جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ (رواہ احمد)

۵- حضرت ابن عیریز رحؒ سے روایت ہے کہ میں نے ابو جمعہ رضؓ (صحابی) سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جو نبی پاکؐ سے سنی ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ایک عمدہ حدیث سناتا ہوں۔ ایک دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تھے اور حضرت ابو عبیدہ رضؓ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے بہتر بھی کوئی ہے جب کہ ہم اسلام لائے۔ اور آپؐ کے ساتھ مل کر جہاد کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں (یعنی تم سے بہتر بھی ہیں)۔ میرے بعد لوگ ہوں گے جو مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا (رواہ احمد والدارمی)

محبت کے اثرات

۶- عبد الرحمٰن بن علاء الحضرمی سے روایت ہے کہ مجھے اس شخص نے حدیث سنائی۔ جس نے نبی پاکؐ سے سنی تھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے آخر میں کچھ لوگ ہوں گے جن کا اجر امت کے پہلے لوگوں جیسا ہوگا۔ (یہ وہ لوگ ہوں گے) جو نیکی کا حکم کرتے رہیں گے اور برائی سے روکتے رہیں گے۔ اور فتنہ پردازوں سے لڑیں گے۔

(بیہقی فی دلائل النبوت)

۷- حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ خدائی مہم پر قائم رہے گا۔ جسے نہ اندرونی دشمن نقصان پہنچا سکے گا اور نہ بیرونی دشمن نقصان پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا امر (قیامت) آ پہنچے گا اور وہ اسی طرح مہم پر قائم ہوں گے۔ (متفق علیہ)

ایمان کی کسوٹی

۸- حضرت عباس بن عبد المطلب فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان کا ذائقہ اس شخص نے چکھا جو اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کے) اللہ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔ (رواہ مسلم)

۹- حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں۔ اور مومن وہ ہے کہ جس سے لوگوں کی جانیں اور مال محفوظ رہیں۔ مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالٰے کی تابعداری میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ اور مہاجر وہ ہے جو چھوٹے بڑے گناہوں کو چھوڑ دے۔

(ترمذی۔ نسائی۔ بیہقی۔ شعب الایمان)

۱۰- حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت تھوڑے خطبات ایسے ہیں جن میں یہ تقریر نہ ہو کہ وہ شخص مومن نہیں جو امانت دار نہیں اور وہ دیندار نہیں جو عہد کا پابند نہیں (رواہ البیہقی)

۱۱- ابی امامہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیری نیکی اچھی لگے اور تیری برائی بری لگے تو اس وقت تو مومن ہے۔ عرض کیا کہ گناہ کیا ہے؟ تو فرمایا۔ جب تیرے دل میں کوئی چیز کھٹکے۔ تو تو اسے چھوڑ دے۔ (رواہ احمد)

۱۲- معاذ بن جبل رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے متعلق سوال کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تو اگر کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لئے۔ اور کسی سے بغض رکھے تو اللہ کے لئے اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں استعمال کرے۔ عرض کی کہ اس کے بعد کیا چیز بہتر ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے لئے تو وہی چیز پسند کرے جو تو اپنے لئے پسند کرے اور ان کے لئے وہ چیز ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرے۔

(رواہ احمد)

۷۸۶

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

جلد ۲ | ۵ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۸ مارچ ۱۹۵۷ء عیسوی | شمارہ ۲۳

انتخابات کب ہونگے؟

اگرچہ ہم مروجہ طریق انتخابات سے متفق نہیں جو اقوام مغرب کی ایجاد ہیں۔ جن میں ایسے حالات پیدا کئے جاتے ہیں کہ رائے دہندگان صحیح افراد کا چناؤ ہی نہ کر سکیں۔ انتخابات کے دنوں میں دھونس اور دھاندلی کارفرما ہو۔ انتخابات جیتنے کے لئے بجوریوں کے منہ کھل جائیں اور پھر انتخابات جیت کر ناجائز طور پر صرف کیا ہوا روپیہ ناجائز طریقوں سے پورا بلکہ دوگنا چوگنا کیا جائے۔ ہم تو اس بات کے داعی ہیں کہ امیدواری طریقہ ختم ہو اور درست طریقہ سے جمہور صحیح نمائندے چنیں۔ خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا اور ایسے طریق انتخاب کا ہمیں اسلامی قانونی کمیشن کی سفارشات کے بعد تک انتظار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ جب بھی اس کا سوال اٹھایا جائے گا۔ حکومت کے پاس بنا بنایا جواب موجود ہے کہ کمشن کے تقرر کا مسئلہ زیر غور ہے۔ وغیرہ وغیرہ

لیکن اس ملک میں انتخابات کب ہوں گے؟ عام انتخابات اس ملک میں آج تک نہیں ہوئے۔ کتنی شرم کی بات ہے۔ ہمسایہ ملک بھارت میں آزادی کے بعد دوسرے عام انتخابات ہو رہے ہیں اور پاکستان میں تاحال عہد غلامی کے منتخب شدہ (یا مسلط شدہ؟) افراد موجود ہیں۔ صوبائی اسمبلیاں کے انتخابات آزادی کے بعد ایک آدھ بار ہوئے وحدت کے قیام کے وقت یہ اسمبلیاں بھی زائد المیعاد ہو چکی تھیں لیکن انہیں میں سے کھینچ تان کر مغربی پاکستان اسمبلی بنا دی گئی اور اب وہ بے کھٹکے راج کر رہی ہے۔

پہلے تو انتخابات اس لئے ملتوی رہے کہ دستور بن رہا ہے۔ چونکہ دستور کے بعد انتخابات لازماً کرائے جائیں گے۔ لہذا دستور سے پہلے انتخابات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب دستور بنا۔ اس وقت کے وزیر اعظم صاحب نے اعلان کیا کہ اب ان کا کام صرف ایک ہی رہ گیا ہے کہ وہ جلد از جلد ملک میں عام انتخاب کرائیں ممکن ہے جس وزیر اعظم نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے نمائندوں کے درمیان پاکستان کے دستور کو تشکیل دے دی تھی (جو اس وقت ناممکنات میں سے تھا) وہ انتخابات کا بھی دال دلیہ کرا دیتے۔ لیکن ان کی رسوائے روزگار پارٹی نے ان کی کرسی نیچے سے کھینچ لی اور نئے سیاسی حالات نے کروٹ لی۔

موجودہ وزیر اعظم حزب مخالف کے سربراہ تھے۔ ہمیں امید تھی کہ یہ کسی تاخیر اور مصلحت کو کم از کم عام انتخابات کی راہ میں نہیں آنے دیں گے۔ لیکن کیا عرض کیا جائے کچھ پتہ ہی نہیں چلتا، آخر وجہ کیا ہے؟ رائے دہندگان کی فہرستوں کا نامکمل ہونا؟ انتخابی حلقوں کی حد بندی میں تاخیر؟ صوبائی حکومت کا عدم تعاون؟ یا مرکزیہ کی بے توجگی؟ آخر کوئی وجہ تو ہونی چاہیئے۔ اسے ہم جمہوریت کس طرح کہیں جس میں عام انتخابات نہ ہوں۔ یا جہاں کا صاحب اقتدار طبقہ انتخابات میں سد راہ ہو۔ ہم حیران ہیں کہ بھارت کے انتخابات کو دنیا کے سب سے بڑے انتخابات کہا جا رہا ہے۔ لیکن وہاں ۸ سال میں دوسری بار عام انتخاب کس طرح ممکن ہو گئے۔ شاید وہاں سوائے انتخابات کے زندگی کے دوسرے مسائل درپیش نہ ہوں؟ وہاں کی حکومت ہمیشہ انتخابات ہی کے لئے سوچتی رہتی ہو۔ اگر یہ نہیں تو پتہ نہیں کیا وجہ ہے کہ الیکشن پہ الیکشن ہو رہے ہیں

موجودہ میزانیہ سیشن میں وزیر صنعت نے کہا کہ شاید کولیشن پارٹی کا یہ آخری بجٹ ہو۔ کیونکہ اسی مالی سال میں انتخابات کے ذریعہ نئی حکومت کے معرض وجود میں آنے کی توقع ہے۔ لیکن اسی وقت ان کے اعلان کو ایک حزب مخالف کے رکن کی جانب سے چیلنج کر دیا گیا کہ حکومت ۱۹۵۹ء سے پہلے ہرگز انتخابات نہ کرا سکے گی۔ ان کے اس چیلنج کا جواب حکومت کی طرف سے (ہماری اطلاع کے مطابق) خاموشی ہے۔

ہمارے ملک میں جمہوری قدریں اسی طرح پامال ہو رہی ہیں۔ جس طرح دور غلامی میں ہوتی تھیں۔ مرکزی اور صوبائی انتخابات کا یہ حال ہے۔ اور بلدیاتی نظام کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ اگر کہیں کوئی انتخاب ہو بھی جائے تو وہاں اس قدر بے ضابطگیاں ہوتی ہیں کہ ہر انتخاب کا فیصلہ عدالت عالیہ میں ہوتا ہے۔ پھر اپیل کے لئے سپریم کورٹ میں جاتا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس۔

ہم حکومت سے کہیں گے کہ اس قسم کی مثالیں قائم کرکے پاکستان کو دنیا کا آٹھواں عجوبہ نہ بنائیں۔ بلکہ ان روایات کی تخلیق کریں جو قومی وقار کی بھی آئینہ دار ہوں اور جگ ہنسائی سے بھی محفوظ رکھیں

صرف انصاف ہونا چاہیئے

گذشتہ دنوں سے اخبارات میں زرمبادلہ کی ناجائز برآمد کے ایک کیس کی تشہیر ہو رہی ہے۔ اس میں اکثر بااثر افراد یا ان کے لواحقین ماخوذ ہیں۔ چونکہ معاملہ عدالت کے زیر غور آچکا ہے۔ لہذا ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ عدلیہ سے کچھ گذارش کریں البتہ انتظامیہ سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اہل رسوخ سرتوڑ کوشش کریں گے کہ وہ انصاف کی راہ میں حائل ہو کر قانونی گرفت سے بچ جائیں۔ اگر اقتدار بد النام دہی ہو تو اس وقت حکومت کا بھی امتحان ہوا کرتا ہے۔ دیکھیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ محض اثر و ثروت کی بدولت موٹروں میں چلنے اور ہوائی جہازوں میں اڑنے والے بددیانتی کے ساتھ ساتھ انصاف کا خون بھی کر جائیں۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت حقائق سے نقاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ - ۲۸- رجب ۱۳۷۶ھ یکم مارچ ۱۹۵۷ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ ۲ دو نمونے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام - اللہ تعالےٰ نے انسان کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ اُسے ہر کام کے سیکھنے کے لئے اُستاد کی ضرورت رہتی ہے - خواہ وہ کام دین کا ہو یا دُنیا کا

اس کی حکمت

میرے خیال میں اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے - کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے اس جہان کو پہلے بنایا - جس میں کروڑہا قسم کی چیزیں پیدا کیں - اُس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو جب پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو ملائکہ عظام سے ارشاد فرمایا (اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً) سورہ بقرہ رکوع ۴ پارہ ۱ ترجمہ - مَیں زمین میں اپنا ایک قائم مقام بھیجنا چاہتا ہوں - یعنی وہ قائم مقام اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیاء میں تصرف کریگا - اور اس کا تصرف ایسا ہوگا جس طرح کہ ایک مالک اپنی مملوکہ چیز میں تصرف کرتا ہے - اُدھر تو اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو یہ رُتبہ عالیہ عطا فرمایا کہ دُنیا میں بنی نوع انسان کو اپنا قائم مقام تجویز فرمایا - اور دوسری طرف نگاہ کی جائے تو دُنیا میں

انسان کو ایسا عاجز بنایا

کہ اللہ تعالےٰ کی مخلوقات میں سے اتنی کوئی چیز عاجز نہیں ہے - مثلاً انسان سوئی کا بھی محتاج ہے - اگر سینے کے لئے اس کے پاس سوئی نہ ہو - تو تن ڈھکنے کے لئے اسے کپڑا بھی میسّر نہ آئے - یہ گدھے کا بھی محتاج ہے - اور گدھے جیسا کم خرچ اور محنت کش جانور انسان کے پاس نہ ہو تو کیا کوڑے کرکٹ اور غلاظت کے ڈھیر انسان اپنے سر پر اُٹھا کر آبادی سے دُور جا کر پھینک سکتا ہے - اگر گھوڑا نہ ہو - تو تھوڑے سے وقت میں ایک انسان طویل منزل کو کس طرح طے کر سکتا ہے - اگر اُونٹ نہ ہو تو ریگستانی علاقوں میں اپنی منزلِ مقصود تک کس طرح پہنچ سکتا ہے - اگر اللہ تعالےٰ لکڑی نہ پیدا کرتا تو یہ گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے مکانات کیسے بناتا - بلکہ اپنی روٹی پکانے کے لئے کس چیز سے کام لیتا - اگر پانی نہ ہوتا تو یہ پیاسا مرجاتا - اناج نہ ہوتا - تو یہ بھوکا مرجاتا - اگر اللہ تعالےٰ ادویات نہ پیدا کرتا - تو یہ مریض ہونے پر اپنا علاج کیسے کر سکتا - غرضیکہ انسان

بے شمار جاندار اور بے جان چیزوں کا محتاج ہے

جتنی چیزیں مذکورۃ الصدر سطروں میں ذکر کی گئی ہیں - ان میں سے انسان کی محتاج کوئی چیز نہیں ہے - اور انسان ان میں سے ہر چیز کا محتاج ہے - اتنے بڑے جلیل القدر عہدے پر ممتاز ہونے کے باوجود اللہ تعالےٰ نے اسے بے شمار چیزوں کا محتاج بنایا ہے - اس کی حکمت (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) یہ معلوم ہوتی ہے - کہ کہیں انسان غرور و تکبر میں آکر اپنی خدائی کا دعویٰ نہ کر بیٹھے - باوجود اس عاجزی کے پھر بھی بعض بدبخت انسان غرور و تکبر میں بھرپور ہو کر مالک حقیقی کو بھول جاتے ہیں اور اپنی خدائی کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں انہیں مردودوں کی فہرست میں نمرود بابلی اور فرعون مصری کے نام پیش کئے جا سکتے ہیں - اسی حکمت کی بنا پر اللہ تعالےٰ نے انسان کو ہر کمال حاصل کرنے کے لئے اُستاد کا محتاج بنایا ہے -

انبیاء علیہم السلام کا فرض منصبی

حضرات انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے عہدہ جلیلہ نبوت عطا فرما کر ہر دور کے انسانوں کے ہاں مبعوث فرمایا - تاکہ اُس دور کے لوگوں کو یہ سمجھائیں کہ تم مخلوق ہو اور اللہ تعالےٰ تمہارا خالق ہے - اور یہ تمام پیدا شدہ اشیاء اُسی نے بنائی ہیں - لہٰذا تمہیں اس کا ممنونِ احسان ہونا چاہیئے - اور اس کا شکر بجا لانا چاہیئے - اور اس کا شکر بجا لانے کی تدبیر یہ ہے - جو ہر زمانے کے لوگوں کے حالات کے مناسب اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی کے لئے جو مناسب خیال فرمایا وہ قانونِ الٰہی کتاب اللہ کی صورت میں بذریعہ جبرائیل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا - اور انبیاء علیہم السلام نے اس کی اشاعت کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر اُس دور کے انسانوں تک پہنچایا - چنانچہ سب سے پہلے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام ہیں - وہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہے ہیں -

رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا

سورہ نوح رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ - اے میرے رب مَیں نے اپنی قوم کو رات اور دن کو تیرے احکام کی طرف بُلایا - آگے پھر فرماتے ہیں - (ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝) سورہ نوح رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ - پھر مَیں نے اُنہیں علی الاعلان بھی سمجھایا - اور علیحدگی میں درپردہ جا کر بھی سمجھایا -

نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا نتیجہ

فرماتے ہیں (فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝)

سورہ نوح رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ - میرے پکارنے سے یہی نتیجہ نکلا - کہ وہ اور زیادہ دُور بھاگنے لگے -

سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تبلیغ احکام کا حکم

جس طرح آپ سب سے پہلے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق سُن چکے ہیں کہ انہیں تبلیغ احکام الٰہی کے لئے مامور کیا گیا تھا - اسی طرح سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تبلیغ احکام الٰہی کا حکم دیا گیا ہے - ارشاد ہوتا ہے (یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ)

سورہ المائدہ رکوع ۱۰ پارہ ۶

ترجمہ - اے رسول جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اُترا ہے اُسے پہنچا دے - اور اگر تو نے ایسا نہ کیا - تو اُس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا -

حاصل

یہ نکلا کہ سب سے پہلے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو جس طرح احکام الٰہی کے پہنچانے کے لئے حکم

دیا گیا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی احکام الٰہی کے پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ انسان اپنے خالق مالک۔ رازق اور اپنے معبود کو بھی اس وقت تک راضی نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کے لئے خدا کی طرف سے کوئی ہادی نہ آئے ان دو انبیاء علیہم السلام کے واقعات سے باقی ایک لاکھ تئیس ہزار نو سو اٹھانوے انبیاء علیہم السلام کی ذمہ داری کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔ کہ ہر پیغمبر اپنے دور کے انسانوں کو اپنے معبودِ حقیقی سے روشناس کرانے اس کی بندگی کا طریقہ سمجھانے کے لئے مبعوث ہوا تھا۔

فقط سمجھانا ہی نہیں بلکہ عملی نمونہ بن کر دکھانا

قرآن مجید کے ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام فقط احکام الٰہی پہنچانے کے لئے نہیں بھیجے جاتے تھے۔ بلکہ وہ حضرات اس تعلیم ربانی کا عملی طور پر نمونہ بن کر بھی خلق خدا کے سامنے آتے تھے۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ (وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْھٰکُمْ عَنْهُ ط اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط) الآیہ سورہ ہود رکوع ۸ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور میں یہ نہیں چاہتا۔ کہ جس کام سے تمہیں منع کروں۔ میں اس کے خلاف کروں۔ میں تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح ہی چاہتا ہوں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ حضرت شعیبؑ اپنی قوم کو خود نمونہ بن کر دکھا رہے ہیں۔ کہ جو کچھ تمہیں میں کہتا ہوں۔ میں خود بھی وہی کرتا ہوں۔

تائید مزید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مبلغ قرآن ہونے کے علاوہ (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) عملی نمونہ کے طور پر بھی پیش کئے گئے ہیں۔ (لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰهَ کَثِیْرًا۝

سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے خدا پرستوں اور قیامت کے حساب و کتاب سے ڈرنے والوں کے لئے خود نمونہ پیش فرمایا ہے کہ اپنے ہر عمل حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلو۔ سابقہ

دو مثالوں سے

ثابت ہوگیا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام علمی طور پر اپنی اُمت کے لئے معلّم ہوتے ہیں۔ اور عملی طور پر اپنی اُمت کے لئے بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔ ان حضرات کی دستگیری سے یہ نتیجہ نکلے گا۔ کہ جو شخص بھی علمی اور عملی طور پر ان کا نمونہ اختیار کریگا۔ وہ ان کی لڑی میں منسلک ہو کر دُنیا میں عزت اور آخرت میں اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نجات پائیگا۔ اللھم اجعلنا منھم

حواریین انبیاء علیہم السلام

یہ ہمیشہ دستور رہا ہے کہ حضرات انبیاءؑ علیہم السلام کے دُنیا سے رخصت ہونے کے بعد انکے حواریین اُن کے مسلک کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اور اُنہی کا عملی نمونہ اپنے زمانے کے لوگوں کو پیش کرتے رہے جب لوگوں نے اُس دین کی طرف سے بے توجہی برتی اور علمی اور عملی نمونے دُنیا میں نہ رہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے دوسرے پیغمبر کو مبعوث فرمایا۔ علیٰ ہذالقیاس انبیاء علیہم السّلام کا سلسلہ یونہی چلتا رہا۔

بعثت نبی آخرالزمان

اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں (بلحاظ بعض روایات کے) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ علیہم السلام کی بعثت مقدر تھی۔ سب سے آخری پیغمبر سیدالمرسلین خاتم النّبیّین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام تقدیر الٰہی میں مقدر تھے۔ یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ آپؐ پیغام حق تعالےٰ یعنی قرآن مجید کی تبلیغ کے لئے مامور کئے گئے ہیں اس کے علاوہ یہ بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ آپؐ مخلوقِ خدا کے لئے اسوۂ حسنہ بھی ہیں۔ یعنی آپ کا ہر عملِ حیات بفضلہٖ تعالےٰ واجب الاتباع ہے۔ خواہ وہ عملِ حیات جلوت کا ہو یا خلوت کا۔

اس کا ثبوت

واقعہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام تمام گناہوں سے پاک بنا کر دُنیا میں بھیجے جاتے تھے۔ وہ اپنی محترم ماؤں کے پیٹوں ہی سے پاک ہو کر اس سرزمین پر تشریف [illegible] ہوتے تھے۔ اُن کی عمر بھر کی زندگی [illegible] نہ کوئی گناہ صغیرہ سرزد ہوتا تھا اور نہ [illegible] بالفاظ دیگر اُن کی پبلک اور پرائیویٹ [illegible] زندگیاں نمونہ بن سکتی تھیں۔ اس لئے سا[illegible] آیت میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اور پاک زندگی میں نمونہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید خصوصیات

اللہ جل شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی خصوصیات عطا فرمائی ہیں جو آپؐ کے سوا کسی پیغمبر میں نہیں پائی [illegible] (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۝ سورہ الحدید رکوع ۲ پارہ [illegible]

ترجمہ۔ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تفصیل خصوصیات

(۱)

پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد انبیاء علیہم السلام آتے رہے۔ اور یہ آ[illegible] کی خصوصیت ہے کہ آپ خاتم النّبیّین (پیغمبروں کو ختم کرنے والے) ہیں۔ آپ [illegible] بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ جو شخص [illegible] آپؐ کے بعد پیغمبری کا دعوےٰ کرے گا۔ باطل پرست گمراہ اور خدا تعالےٰ پر بہتان [illegible] کرنے والا سمجھا جائے گا۔ رسول اللہ صلی [illegible] علیہ وسلم خود ارشاد فرما گئے ہیں۔ جس [illegible] مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد تیس دجا[illegible] پیدا ہونگے۔ ہر ایک اُن میں سے اپ[illegible] نبی ہونے کا دعوےٰ کرے گا۔ مگر میرے [illegible] خدا کی طرف سے بھیجا ہوا کوئی نبی نہیں آ[illegible]

(۲)

انبیاء سابقین علیہم السلام پر جو آسما[illegible] کتابیں اور صحائف نازل ہوتے رہے۔ اُ[illegible] کے بعد بھی کتب سماویہ اور صحائف کا سل[illegible] جاری رہا۔ مگر قرآن شریف کے بعد آسم[illegible] سے کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔

(۳)

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی اُن کتابو[illegible] سے کسی کتاب کی حفاظت کا خود ذمہ نہ[illegible] لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج صفحۂ دُنیا [illegible] اُن کتب سماویہ میں سے کوئی کتاب محف[illegible] نہیں ہے۔ فقط قرآن مجید ہی ایک ایس[illegible] آسمانی کتاب ہے جو ساڑھے تیرہ سو سا[illegible]

سے محفوظ چلی آرہی ہے۔ اور اس کے محفوظ رہنے کا اصلی باعث یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیا ہُوا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کا اعلان ہوچکا ہے۔ (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ○) سورہ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴

ترجمہ۔ ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے۔ اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

(۴)

فضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

تمام انبیاء علیہم السلام میں سے فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسا حواری ملا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدٌ اِلَّا وَقَدْ کَافَیْنَاہُ مَا خَلَا اَبَا بَکْرٍ فَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا یَدًا یُکَافِئُہُ اللّٰہُ بِھَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا اَلَا اِنَّ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلُ اللّٰہِ) رواہ الترمذی

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔ مگر ہم نے اس کا بدلہ سوائے ابابکر کے دیدیا ہے۔ بیشک اس کا ہم پر ایسا احسان ہے کہ اللہ ہی اس کا اس کو قیامت کے دن بدلہ دے گا۔ اور مجھے کسی شخص کے مال نے کبھی ایسا نفع نہیں دیا۔ جیساکہ ابوبکرؓ کے مال نے نفع دیا ہے۔ اور اگر مَیں نے کسی کو خلیل بنانا ہوتا۔ تو ابوبکرؓ کو خلیل بناتا۔ خبردار تمہارا ساتھی (یعنی حضورؐ) اللہ کا خلیل ہے۔

(۵)

عَنْ عُمَرَؓ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّتَصَدَّقَ وَوَافَقَ ذٰلِکَ عِنْدِیْ مَالًا فَقُلْتُ اَلْیَوْمَ اَسْبِقُ اَبَا بَکْرٍ اِنْ سَبَقْتُہٗ یَوْمًا قَالَ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ فَقُلْتُ مِثْلَہٗ وَاَتٰی اَبُوْ بَکْرٍ بِکُلِّ مَا عِنْدَہٗ فَقَالَ یَا اَبَا بَکْرٍ مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ فَقَالَ اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ قُلْتُ لَا اَسْبِقُہٗ اِلٰی شَیْءٍ اَبَدًا

رواہ الترمذی وابوداؤد۔ ترجمہ عمرؓ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔ کہ ہم صدقہ کریں (یعنی خیرات کے طور پر مال لائیں) اور اس وقت میرے پاس مال بھی تھا۔ (یعنی اس وقت عام معمول سے زیادہ مال تھا) میں نے کہا۔ اگر مَیں ابوبکرؓ سے کسی دن سبقت لے جاسکتا ہوں۔ تو آج سبقت لے جاؤں گا فرمایا۔ پھر مَیں اپنا آدھا مال لے آیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بال بچوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ پھر مَیں نے عرض کی اتنا ہی (یعنی جتنا لایا ہوں اتنا ہی چھوڑ کر آیا ہوں) اور ابوبکر کے پاس جو کچھ تھا۔ وہ سب لے آئے تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اے ابابکر تم اپنے بال بچوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں۔

ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فضائل صحابہ کرام اور سلف صالحین کی زبان سے

(۱) حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا۔ ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں (اخرجہ البخاری)

(۲) حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ اگر ابوبکرؓ کا ایمان ... زمین والوں کے ایمان کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ تو اس کا ایمان سب سے زیادہ ہوگا۔

(۳) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مَیں اس بات کو پسند کرتا ہوں۔ کہ مَیں ابوبکرؓ کے سینے کا ایک بال ہوتا (اخرجہ مسدد فی مسند)

(۴) حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ فرمایا اس اللہ کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ہم نے کبھی کسی نیکی کے کام میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش نہیں کی مگر اس کام میں ابوبکرؓ ہم سب میں سے آگے بڑھ جاتے۔ (اخرجہ الطبرانی فی الاوسط)

(۵) حضرت علیؓ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ کسی مومن کے دل میں میری محبت اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کا بغض جمع نہیں ہوسکتے۔

(۶) ربیع بن انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ ہم نے انبیاء علیہم السلام کے صحابہ میں غور کرکے دیکھا ہے۔ پھر ہم نے کسی نبی کو نہیں پایا۔ جس کو ابوبکر صدیقؓ جیسا ساتھی ملا ہو (اخرجہ ابن عساکر)

(۷) امام زہریؒ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ ابوبکرؓ کی فضیلتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کسی معاملہ میں انہیں کبھی شک پیدا نہیں ہوا۔ (اخرجہ ابن عساکر)

(۸) ابی حصینؒ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کے بعد ابوبکرؓ سے بہتر آدمی کوئی جنا نہیں گیا۔ اور البتہ تحقیق ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) مرتد ہونے والے قبائل کے مقابلہ میں وہ کام کیا۔ جو کوئی نبی ہی کرسکتا ہے۔

(۹) امام شعبیؒ سے روایت ہے۔ اللہ تبارک تعالےٰ نے ابوبکرؓ کو چار چیزوں میں ممتاز درجہ عطا فرمایا ہے۔ جو انسانوں میں سے کسی کو نہیں ملا۔ (۱) آپ کا نام صدیق رکھا۔ اور آپ کے سوا کسی کا نام صدیق نہیں رکھا گیا۔ (۲) اور وہ غارِ ثور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ (ہجرت کی پہلی رات مکّہ معظمہ سے روانہ ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمعیت حضرت ابوبکر صدیقؓ غارِ ثور میں قیام فرما ہوئے تھے) (۳) ہجرت کے سفر میں فقط ابوبکر صدیقؓ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرض وفات میں) ابوبکر صدیقؓ ہی کو اپنی جگہ پر نماز پڑھانے کے لئے ارشاد فرمایا تھا (اخرجہ دینوری و ابن عساکر)

صحابہ کرام اور سلف صالحین کی زبان سے

فضائل عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

(۱) سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بیٹے خطاب کے۔ اس خدا کی قسم ہے۔ جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تمہیں کبھی راستہ میں شیطان نہیں ملتا۔ مگر تیرا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ سے چل پڑتا ہے۔ (اخرجہ البخاری و مسلم)

عن عمر ذکر عندہ ابوبکر فبکی وقال وددت ان عملی کلہ مثل عملہ یوما واحدا من ایامہ ولیلۃ واحدۃ من لیالیہ اما لیلۃ فلیلۃ سار مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الغار فلما انتھیا الیہ قال واللہ لا تدخلہ حتی ادخل قبلک فان کان فیہ شیء اصابنی دونک فدخل فکسحہ ووجد فی جانبہ ثقبا فشق ازارہ وسدھا بہ وبقی منھا اثنان فالقمھما رجلیہ ثم قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادخل فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووضع راسہ فی حجرہ ونام فلدغ ابوبکر فی رجلہ من الجحر ولم یتحرک مخافۃ ان ینتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسقطت دموعہ

علی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالک یا ابا بکر قال لدغت فداک ابی و امی فتفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذھب ما یجدہ ثم انتقض علیہ وکان سبب موتہ واما یومہ فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارتدت العرب و قالوا لا نؤدی زکوٰۃ فقال لو منعونی عقالا لجاھدتھم علیہ فقلت یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تالف الناس وارفق بھم فقال لی اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی۔ رواہ رزین

ترجمہ۔ عمرؓ سے روایت ہے۔ آپ کے پاس ابوبکرؓ کا ذکر کیا گیا۔ پھر آپ روئے۔ اور فرمایا۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے سارے عمل اس کے عملوں میں سے ایک دن کے اور اس کی ساری راتوں میں سے ایک رات کے برابر ہو جائیں۔ اس کی رات وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات غار (ثور) کی طرف گئے تھے۔ (آپ نے فرمایا تھا) جب ہم غار پر پہنچے۔ (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی) خدا کی قسم ہے۔ آپ غار میں داخل نہ ہوں۔ یہاں تک کہ میں آپ سے پہلے داخل ہوں۔ اگر اس میں کوئی چیز ہو۔ تو مجھے تکلیف پہنچے۔ آپ محفوظ رہیں۔ پھر آپ داخل ہوئے۔ پھر اُسے صاف کیا۔ اس کی ایک طرف کئی سوراخ پائے۔ پھر اپنے تہبند کو پھاڑا۔ اور ان سوراخوں کو اس سے بند کیا۔ ان سوراخوں میں سے دو باقی رہ گئے۔ ان دونوں میں اپنے دونوں پاؤں کو داخل کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ آپ تشریف لے آئیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔ اور آپ نے اپنا سر ابوبکرؓ کی جھولی میں رکھ دیا۔ اور سو گئے۔ پھر ابوبکرؓ اس سوراخ میں پاؤں پر ڈسے گئے۔ اور آپ نے اس ڈر سے حرکت نہ کی۔ کہ آپؐ نیند سے جاگ اُٹھینگے۔ پھر آپ کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے۔ تب آپ نے فرمایا۔ اے ابابکرؓ تمہیں کیا ہوا۔ آپ نے عرض کی۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں ڈسا گیا ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لب لگائی۔ پھر وہ تکلیف دور ہو گئی۔ جو آپ کو ہو رہی تھی۔ پھر آپ پر وہی زہر کا اثر لوٹ آیا۔ . . . . اور آپ کی موت کا سبب بنا۔ اور اس کا دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ عرب (کے کئی قبائل) مرتد ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا۔ ہم زکوٰۃ نہیں دینگے۔ تب آپ نے فرمایا۔ اگر مجھے عقال (اونٹ کے پاؤں میں چرنے کے وقت باندھنے کی رسی) بھی کم کر دینگے۔ تو اس پر بھی ان سے جہاد کروں گا۔ پھر میں نے کہا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ لوگوں سے الفت وموافقت

مسلمانوں میں مساوات کا عجیب واقعہ

طواف کی حالت میں ایک غریب اعرابی کا پاؤں جبالہ کے فاخرہ لباس پر اتفاق سے رکھا گیا۔ جس سے اُس کا پاؤں لڑکھڑا گیا۔ متکبر بادشاہ نے غصہ میں آکر اُس مسلمان کے مُنہ پر تھپڑ مارا۔ اُس نے حضرت عمرؓ کے پاس جاکر فریاد کی۔ اور جبالہ طلب ہُوا چنانچہ اس طلبی سے بہت حیران ہُوا۔ اور گھبرایا۔ جب حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہُوا تو اُنہوں نے جرم کا اقرار کرنے پر اُس اعرابی سے ایک تھپڑ کھا لینے یا معاف کرا لینے کا سادہ فیصلہ صادر کیا۔ جبالہ نے متحیر ہو کر کہا کہ کیا یہ بیابان کا ناچیز اعرابی میری برابری کریگا۔ جو غسان کا بادشاہ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسی طرح ہوگا۔ کیونکہ مسلمان سب مساوی رُتبہ رکھتے ہیں۔

خلیفۃ المسلمین کا اپنے خلاف فیصلہ کرنا

ایک دن آپ راستہ میں جا رہے تھے۔ ایک شخص کو ایک عورت سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ بد اخلاقی کا شبہ ہُوا۔ اور اس کو درہ سے ڈرایا۔ مگر بعد میں معلوم ہُوا کہ وُہ اُس عورت کا خاوند تھا۔ اپنے اس تعرض پر پشیمان ہوئے۔ اور عبدالرحمن بن عوفؓ کے سامنے افسوس کیا۔ اُس نے کہا۔ امیر المومنین آپ ادب سکھلانے والے ہیں۔ آپ نے کچھ بے جا نہیں کیا۔ مگر حضرت عمرؓ کا اس سے بھی اطمینان نہ ہُوا۔ اور اُس شخص کے پاس جاکر درہ اُس کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ تو اپنا بدلہ لے لے۔

خلیفۃ المسلمین کی خدمت خلق

سعید بن مسیبؓ اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کی حفاظت اور خبر گیری کی یہاں تک نوبت تھی۔ کہ آپ خود عورتوں کے پاس چلے جاتے تھے۔ جن کے خاوند لشکروں میں گئے ہوئے تھے۔ اُن کے دروازے پر جاکر سلام کہتے اور پوچھتے کہ تم کو کسی چیز کی ضرورت ہو۔ تو منگوا لو۔ میں خود بازار سے خرید دوں۔ تم خرید و فروخت میں دھوکا کھاتی ہوگی۔ اُن کی ضرورت کی چیزیں معلوم کرکے اور اُن کے لونڈی غلاموں کو ساتھ لے کر بازار کی طرف چلے جاتے تھے۔ بازار میں جب پہنچتے تو لوگوں کی لونڈیوں اور غلاموں کا ایک لشکر اُن کے پیچھے ہوتا۔ اور سب کو اُن کی ضروریات کی چیزیں خرید کر دیتے۔ جو بہ سبب محتاجی کے خود نہیں خرید سکتے تھے۔ اُن کو اپنے پاس سے خرید کر دیتے۔

خلیفۃ المسلمین بحیثیت پوسٹ مین کے

لشکروں سے جب قاصد چٹھیاں اور خطوط لے کر آتے تھے تو خود بنفس نفیس جاکر اُن کے گھروں میں خطوط پہنچا آتے تھے۔ اور کہتے کہ تمہارے خاوند خدا کی راہ میں کام کر رہے ہیں۔ اور تم رسول اللہ صلعم کے شہر میں ہو۔ اگر تمہارے پاس کوئی خط پڑھنے والا ہو۔ تو بہتر ورنہ دروازے کے قریب آ جاؤ۔ میں پڑھ کر سُنا دُونگا۔ چلتے وقت یہ بھی بتا آتے کہ فلاں روز قاصد مدینہ سے روانہ ہوگا۔ اور خط دینا ہو تو لکھ رکھنا۔ اُس روز پھر اُن کے گھروں میں جاتے۔ قلم دوات اور کاغذ ساتھ لے جاتے۔ جس نے خط لکھوا رکھا ہوتا۔ اُس سے لے لیتے اور جو نہ لکھوا سکے ہوتے۔ اُن کو خود لکھ دیتے اور سب جمع کرکے روانہ کر دیتے۔

خلیفۃ المسلمین کا بڑھیا کو پچیس دینار دیکر راضی کرنا

اُس عورت نے پوچھا۔ کہ اے شخص عمرؓ کا کیا حال ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ شام سے واپس آ رہا ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ خدا میری طرف سے اُسے جزائے خیر نہ دے۔ حضرت عمرؓ نے پریشان ہوکر پوچھا۔ کہ کیوں۔ اُس نے جواب دیا کہ جب سے وہ والیٔ مُلک ہُوا ہے۔ مجھے کچھ وظیفہ اور عطیہ نہیں دیا۔ آپ نے کہا۔ کہ اُس کو تیرا حال کیونکر معلوم ہوتا کہ تو تنہا جنگل میں اس مقام پر رہتی ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ سبحان اللہ۔ وہ لوگوں میں گھومے اور میرا حال نہ جانے۔ خوفِ خدا سے حضرت عمرؓ کے آنسو نکل آئے۔ اور اپنے حال پر افسوس کرنے لگے۔ اور اُس بڑھیا کو کہا کہ تو اپنی شکایت کو کتنی رقم کے عوض بیچنا چاہتی ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ اے بندۂ خدا مجھ سے کیوں ہنسی کرتا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ مسخری نہیں کرتا۔ سچ کہتا ہوں۔ دیر تک اُس سے باتیں ہوتی رہیں۔ آخر پچیس دینار مقرر ہوئے۔ اسی حال میں حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ آ گئے۔ اور السلام علیک یا امیر المومنین کہا۔ وہ عورت امیر المومنین کا نام سُن کر چونکی اور اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر

پشیمان ہونے لگی - حضرت عمرؓ نے کہا - کوئی ڈرنے کی بات نہیں - اور پچیس دینار اُس کو دے کر اور راضی کر کے چلے آئے -

(۲) عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے - تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - تحقیق اللہ تعالےٰ نے عمرؓ کی زبان اور اُس کے دل پر حق کو جاری کیا ہے - (اخرجہ الترمذی) (یعنی ان کے دل میں اور انکی زبان پر وہی چیز آتی ہے - جو حق ہوتی ہے)

(۳) عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے - انہوں نے کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا - تو عمرؓ ہوتا - (اخرجہ الترمذی والحاکم)

(۴) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے - فرمایا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - تحقیق میں جنوں اور انسانوں کے شیاطین کو دیکھتا ہوں - کہ وہ عمرؓ سے بھاگ رہے ہیں -

(۵) عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے - انہوں نے کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے - کہ عمرؓ بہشت والوں کا سراج (چراغ) ہیں -

(۶) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے - تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ تحقیق شیطان عمرؓ سے ڈرتا ہے - (اخرجہ ابن عساکر)

(۷) ابن عباسؓ سے روایت ہے - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - آسمان میں کوئی ایسا فرشتہ نہیں ہے - جو عمرؓ کی عزت نہ کرتا ہو - اور زمین میں کوئی ایسا شیطان ہے - جو عمرؓ سے نہ ڈرتا ہو -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو بارگاہ الٰہی اور دربار نبوت سے تمغے

برادران اسلام - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت (صحابہ کرام) کو بارگاہ الٰہی سے کامیابی کے وہ تمغے ملے ہیں - جو ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو ننانوے ۱۲۳۹۹۹ پیغمبروں میں سے کسی کی امت کو نصیب نہیں ہوئے -

بارگاہ الٰہی سے

پہلا تمغہ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

سورہ آل عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴

ترجمہ - تم سب اُمتوں میں سے بہتر ہو - جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں - اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو - اور بُرے کاموں سے روکتے ہو - اور اللہ پر ایمان لاتے ہو - اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا - کچھ ان میں سے ایماندار ہیں - اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں -

حاصل

یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں میں سے بہترین اُمت ہے -

دوسرا تمغہ

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ الآیہ سورہ آل عمران رکوع ۲ پارہ ۳

ترجمہ - پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو ان سے کہدے - کہ میں نے اپنا منہ اللہ کے حکم کے تابع کیا ہے - اور ان لوگوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں -

حاصل

یہ نکلا کہ تمام صحابہ کرام کے اصلی اور سچے اور کھرے مسلمان ہونے کی قرآن مجید میں شہادت پائی جاتی ہے -

دربار نبوت سے تمام صحابہ کرام کے لئے

پہلا تمغہ

عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي (رواہ الترمذی)

ترجمہ - جابرؓ سے روایت ہے - وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں - آپ نے فرمایا - اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا - یا اس شخص کو دیکھا - جس نے مجھے دیکھا -

دوسرا

عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ أَصْحَابِي فِي أُمَّتِي كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ لَا يَصْلُحُ الطَّعَامُ إِلَّا بِالْمِلْحِ قَالَ الْحَسَنُ فَقَدْ ذَهَبَ مِلْحُنَا فَكَيْفَ نَصْلُحُ

رواہ شرح السنۃ -

ترجمہ - انسؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - میری اُمت میں میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے - نمک کے سوا کھانے کی اصلاح نہیں ہو سکتی - حسن نے فرمایا - ہمارا نمک تو جلا گیا - پھر ہماری کیسے اصلاح ہو -

تیسرا

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ

(رواہ الترمذی)

ترجمہ - ابن عمرؓ سے روایت ہے - فرمایا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - ہے - جب تم ان لوگوں کو دیکھو - جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں - تب کہو - تم (دونوں میں سے) بُرے پر لعنت ہو -

حاصل

یہ ہے کہ صحابہ کرام تو یقیناً مقبول بارگاہ الٰہی اور مقبول دربار رسول ہیں - لہذا جو انہیں گالیاں دیگا - اسی پر لعنت پڑیگی -

چوتھا

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَأَلْتُ رَبِّي عَنِ اخْتِلَافِ أَصْحَابِي مِنْ بَعْدِي فَأَوْحَى إِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ أَصْحَابَكَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا أَقْوَى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُورٌ فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِي عَلَى هُدًى قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ - رواہ رزین

ترجمہ - عمر بن الخطاب سے روایت ہے - کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے - آپ نے فرمایا - میرے بعد میرے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں میں نے اپنے رب سے سوال کیا - پھر اللہ نے میری طرف وحی بھیجی - اے محمد بیشک میرے نزدیک تیرے صحابہ بمنزلہ آسمان کے ستاروں کے ہیں - بعض ان کا بعض سے زیادہ (روشن ہیں) قوی ہوتا ہے اور ہر ایک میں نور ہوتا ہے - پس جس شخص نے ان کے اختلاف میں سے کسی چیز کو بھی لے لیا - پس وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا - (حضرت عمرؓ نے) فرمایا - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں - پھر تم نے جس کی بھی تابعداری کی - تم نے ہدایت پالی -

حاصل

یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے درجے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے دربار میں یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا یہ نعمت بھی کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے پیش کردہ دو نمونے

عن حذیفۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا ادری مابقائی فیکم

فاقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر رواہ الترمذی - ترجمہ - حذیفہؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں نہیں جانتا - کہ میں کب تک تم میں ہوں - پس ان دو کی تابعداری کرو - جو میرے بعد (تمہارے) امیر ہونگے - ابو بکرؓ اور عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی -

حاصل

یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے کہ میرے بعد میرے تابعداروں میں سے ابو بکرؓ اور عمرؓ کے نقش قدم پر چلا جائے

اصلی سچے اور کھرے اہل السنۃ والجماعۃ بننے کی دعوت

برادران اسلام - اہل السنۃ والجماعۃ کا لقب اختیار کرنے والوں کا مطلب یہ ہے کہ ہم شفیع المذنبین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنۃ (یعنی طریقہ) کے پابند ہیں - اور ہم اسی جماعت کے خلف (یعنی قائمقام) ہیں - جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں بنائی تھی - جنہیں صحابہ کرام کہا جاتا ہے -

ہر چیز کی دو قسمیں

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے - (ومن کل شئی خلقنا زوجین) ترجمہ - اور ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں پیدا کی ہیں + یعنی ہر کھری کے مقابلہ میں کھوٹی اور اصلی کے مقابلہ میں نقلی موجود ہے - اسی قاعدہ کی بنا پر عرض کرنا چاہتا ہوں - کہ اہل السنۃ والجماعۃ کی بھی دو قسمیں ہیں - ایک کھرے اور دوسرے کھوٹے - ایک سچے اور دوسرے جھوٹے - کھرے اور سچے وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلیں - اور کھوٹے وہ ہیں جو کلمہ پڑھیں - مسلمان کہلائیں - مگر ان کے اعتقادات اور اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مسلک کے خلاف ہوں - دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان کو زمرۂ اہل السنۃ والجماعۃ میں صحیح طور پر شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے

ہر امام مسجد اور خطیب کا فرض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر تقسیم ہو گئے تھے - اور میری امت تہتر فرقوں پر تقسیم ہو گی - سوائے ایک فرقہ کے باقی بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے - صحابہ کرام نے عرض کی - کہ وہ ایک کونسا فرقہ ہوگا - آپؐ نے فرمایا - جس پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں - لہٰذا ہر امام مسجد اور ہر خطیب کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے جو دین منقول ہے - وہی سنائے اور وہی سکھائے -

بلکہ ہر مسلمان کا حق

ہے - کہ وہ امام مسجد سے یہ سوال کرے کہ آیا جو دین آپ ہمیں سکھا رہے ہیں - کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مبارک زمانہ میں یہی دین رائج تھا

حنفی مسلک میں ملاوٹ

آج کل حنفی مسلک میں کئی ایسی چیزیں ملی ہوئی ہیں - جن کا حضرت مولانا و مقتدانا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے - وہ کئی کئی صدیاں امام صاحب سے بعد کی ایجاد ہیں - مگر آج انہیں حنفی ہونے کا جزو لازم خیال کیا جاتا ہے - جو شخص ان اعتقادات اور رسموں کا قائل نہ ہو - اسے بدنام کیا جاتا ہے کہ وہ حنفی ہے - وما علینا الا البلاغ - واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم -

(بقیہ محسنۂ کائنات صفحہ ۱۲ سے آگے)

دوستو! ان حقائق بے مثل کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کی جسارت کرتے ہیں - کہ ماںتا کا جذبہ ماں کے دل میں خالق کون و مکاں کی طرف سے ایک وہبی عطیہ ہے - جس کے حصول کے بعد ماں کا مقام حقوق العباد میں بہت ہی بلند ہو جاتا ہے مگر باوجود اس وہبی عظمت کے اور منصبی شرف کے ہمارے معاشرے میں والدہ کی بے عزتی ہو رہی ہے - اور اس کو ہر طرح کے اختیار سے محروم کیا جاتا ہے -

یاد رہے یہ ظلم ہے یہ ناانصافی ہے اور یہ شقی الازل ہونے کی علامت ہے - لہٰذا میں مصلحین ملتِ بیضا کی خدمت عالیہ میں التماس کرتا ہوں - کہ وہ افرادِ اُمت کو جہنم سے بچانے کے لئے جہاں توحید و رسالت کے مسائل بیان کرتے ہیں - جہاں نماز - روزہ - حج - زکوٰۃ اور باقی امورِ دینیہ پر روشنی ڈالتے ہیں - وہاں اُن کا یہ بھی فرض ہے - کہ عقوقِ والدین کے نہایت سنگین جرم کے خلاف اپنے دل و دماغ کی تمام قوتوں کو صرف کریں - کائنات کے خطباء اپنی سحر بیانی سے - اُدباء اور شعراء اپنی نکتہ آفرینیوں اور زورِ قلم سے - اور مفسرینِ قرآن، اپنی تفسیروں اور صبح و شام کے درسوں میں حقوقِ والدین پر پورا پورا زور دیں تاکہ موجودہ زمانے کا نوجوان جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے بچ جائے - اور مظلوم والدین کی پستی بھی شاید بلندی سے بدل جائے

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ -

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

نمبر ۶

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

سورہ السجدہ رکوع ۲ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ رات کو ان کے پہلو بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں۔ اس طرح کہ وہ لوگ اپنے رب کو (عذاب کے) خوف سے اور (ثواب کی) امید میں پکارتے رہتے ہیں۔ اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے رہتے ہیں پس کوئی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانۂ غیب میں موجود ہے۔ یہ بدلہ ہے اُن کے نیک اعمال کا۔

رات کو ان کے پہلو بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں کے متعلق علمائے تفسیر کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے مغرب عشاء کا درمیان مراد ہے۔ بہت سے آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت شریفہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ ہم انصار کی جماعت مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس نہ ہوتے تھے۔ اس وقت تک کہ حضور کے ساتھ عشا کی نماز نہ پڑھ لیں۔ اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ ایک اور روایت میں حضرت انس رضؓ ہی سے نقل کیا گیا کہ مہاجرین صحابہ رضؓ کی ایک جماعت کا معمول یہ تھا کہ وہ مغرب کے بعد سے عشاء تک نوافل پڑھا کرتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت بلال رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مغرب کے بعد بیٹھے رہتے اور صحابہ رضؓ کی ایک جماعت مغرب سے عشاء تک نماز پڑھتی تھی۔ اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے تہجد کی نماز مراد ہے۔ حضرت معاذ رضؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اس سے رات کا قیام مراد ہے۔ ایک حدیث میں مجاہد سے نقل کیا گیا کہ حضورؐ نے رات کے قیام کا ذکر فرمایا۔ اور حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں تورات میں لکھا ہے کہ جن لوگوں کے پہلو رات کو بستروں سے دور رہتے ہیں ان کے لئے حق تعالےٰ شانہٗ نے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں۔ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سُنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر اُن کا وسوسہ بھی پیدا ہُوا۔ نہ اُن کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے۔ نہ کوئی نبی رسول اور اس کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت شریفہ میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ بھی حضورؐ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں۔ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سُنا۔ نہ کسی کے دل پر ان کا وسوسہ گزرا۔ روض الریاحین وغیرہ میں سینکڑوں واقعات ایسے لوگوں کے مذکور ہیں جو ساری رات مولا کی یاد میں رو رو کر گزار دیتے تھے۔ حضرت امام حنیفہ رحؒ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا ایسی معروف چیز ہے۔ جس سے انکار کی گنجائش نہیں اور ماہ مبارک میں دو قرآن شریف روزانہ ایک دن کا ایک رات کا ختم کرنا بھی معروف ہے۔ حضرت عثمان رضؓ کا ساری ساری رات جاگنا اور ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لینا بھی مشہور واقعہ ہے۔ حضرت عمر رضؓ ایسا اوقات عشا کی نماز پڑھ کر گھر میں تشریف لے جاتے۔ اور گھر جاکر نماز شروع کر دیتے۔ اور نماز پڑھتے پڑھتے صبح کر دیتے۔ حضرت تمیم داری مشہور صحابی ہیں ایک رکعت میں تمام قرآن شریف پڑھنا اور کبھی ایک ہی آیت کو صبح تک بار بار پڑھتے رہنا ان کا معمول تھا۔ حضرت شداد بن اوس رضؓ سونے کے لئے لیٹتے اور اِدھر اُدھر کروٹیں بدلکر یہ کہہ کر کھڑے ہو جاتے کہ یا اللہ جہنم کے خوف نے میری نیند اُڑا دی اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔ حضرت عمیر ایک ہزار رکعت نفل اور ایک لاکھ مرتبہ تسبیح روزانہ پڑھتے۔ حضرت اویس قرنی مشہور تابعی ہیں۔ حضورؐ نے بھی اُن کی تعریف فرمائی اور اُن سے دُعا کرانے کی لوگوں کو ترغیب دی۔ کسی رات کو فرماتے کہ آج کی رات رکوع کرنے کی ہے۔ اور...... ساری رات سجدہ میں گزار دیتے۔ غرض ان حضرات کے واقعات رات بھر مالک کی یاد میں محبوب کی تڑپ میں گزار دینے کے اتنے کثیر ہیں کہ ان کا احاطہ ناممکن ہے۔ یہی حضرات حقیقۃً اس شعر کے مصداق تھے۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

اے مولیٰ! ان حضرات کے جذبات کا ذرا سا سایہ اس ناپاک پر بھی ڈال دے۔ آمین ثم آمین۔

(قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○

سورہ السبا رکوع ۵ پارہ ۲۲

ترجمہ۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے روزی کی وسعت عطا کرتا ہے۔ اور جس کو چاہے روزی کی تنگی دیتا ہے۔ اور جو کچھ تم (اللہ کے راستے میں) خرچ کرو گے۔ اللہ تعالےٰ اُس کا بدلہ عطا کریگا۔ اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

یعنی تنگی اور فراخی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ تمہارے خرچ کو روکنے سے فراخی نہیں ہوتی اور خرچ زیادہ کرنے سے تنگی نہیں ہوتی۔ بلکہ اللہ کے راستے میں جو خرچ کیا جائے اس کا بدلہ آخرت میں تو ملتا ہی ہے دُنیا میں بھی اکثر اوقات اس کا بدلہ ملتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ جل شانہٗ کا یہ ارشاد نقل کیا۔ میرے بندو میں نے تم کو اپنے فضل سے عطا کیا۔ اور تم سے قرض مانگا۔ پس جو شخص مجھے اپنی خوشی اور رضا و رغبت سے دیگا۔ میں اس کا بدل دُنیا میں جلدی دُونگا۔ اور آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھوں گا۔ اور جو خوشی سے نہ دے گا بلکہ اس سے میں اپنی دی ہوئی چیز جبراً واپس لے لوں گا۔ اور وہ اس پر صبر کرے گا اور ثواب کی امید رکھے گا۔ اس کے لئے میں اپنی رحمت واجب کر دونگا۔ اور اس کو ہدایت یافتہ لوگوں میں لکھوں گا۔ اور اس کے لئے اپنے دیدار کو مباح کر دُونگا۔ سبحان اللہ! کس قدر حق تعالےٰ کا احسان ہے کہ اپنی خوشی سے نہ دینے کی صورت میں بھی اگر بندہ جبر سے لئے جانے میں بھی صبر کرلے تو اس کے لئے بھی اجر فرما دیا۔ حالانکہ جب وہ حق تعالیٰ کی عطا کی ہوئی چیز خوشی سے واپس نہیں کرتا جبراً اس سے لی جاتی ہے۔ تو پھر اجر کا کیا مطلب لیکن

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مُحسنۂ کائنات

(از جناب ماسٹر لال دین صاحب اخگر بی۔ اے بی ٹی خانقاہ ڈوگراں)

قسط نمبر ۱۶

ایک ضعیف عورت ہے۔ جس کو غالباً غم و الم اور تفکرات نے ضعیف کر دیا ہے چارپائی پر نہیں۔ ایک چٹائی پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اکیلی ہے گاہے سر زانو پر رکھ لیتی ہے۔ اور گاہے اپنے ہاتھ پر ٹیک لگا لیتی ہے۔ چہرے سے افسردگی ظاہر ہے۔ کبھی دروازے پر اور کبھی در و دیوار پر نگاہیں ڈالتی ہے۔ مگر پھر اپنے خیالات میں مستغرق ہو جاتی ہے۔ دیکھنے والا اس کو دیکھتے ہی پہچان جاتا ہے کہ اس ضعیفہ کی جوانی خوشحالی میں نہیں گزری ہے۔ اور اب بڑھاپا بھی بے بسی کے عالم میں بیت رہا ہے۔ اپنے آپ کو اکیلا پا کر دیوانہ وار بول اٹھتی ہے۔ "ہائے اب کیا ہوگا" اکبر مر چکا ہے۔ بشیر نذیراں کے اشارے پر چلتا ہے۔ میری تو خیر ہے۔ مگر میرا سعید کیا کرے گا۔ اس کی تعلیم کا کیا ہوگا۔ کمسن ہے۔ بے شعور ہے۔ اچھا۔ کیا ہوا۔ میں تو زندہ ہوں۔ میں اپنے بچے کے لئے جان تک قربان کر دوں گی۔ اگر بھیک مانگ کر بھی بیٹے کو پرورش کرنا پڑا تو یہ کام بھی کر گزروں گی۔

اتنے میں پاؤں کی آہٹ سن کر بڑبڑانے سے خاموش ہو جاتی ہے۔ اور سیڑھیوں پر حمیدہ کو آتے ہوئے دیکھتی ہے۔

حمیدہ - خالہ جان اکیلی ہو؟

ہاجراں - ہاں بیٹی اکیلی ہوں۔

حمیدہ - نذیراں ابھی واپس نہیں آئی ہوگی؟

ہاجراں - نہیں ابھی نہیں۔ اپنی مرضی سے آئیگی۔

حمیدہ - کتنی بے درد ہے۔ سسر کے مرتے ہی گھر سے نکل گئی۔ میکے جانا تھا۔ تو چہلم تک ٹھیر کر جاتی۔

ہاجراں - اگلے دن اس کا بھائی آیا تھا۔ فاتحہ کہہ کر باہر سے چلا گیا ہے۔ جیسے کوئی راہ چلتا مسافر ہو۔

حمیدہ - خیر۔ آپ کی کچھ گزر گئی۔ کچھ گزر جائے گی۔ مگر نذیراں کی سنگدلی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اب تو بال بچوں والی ہو گئی ہے۔ مگر دن بدن تیز ہوتی جاتی ہے۔

ہاجراں - خدا سے بدلہ پائے گی۔ ہم غریبوں کا کیا ہے۔ بیٹی! میں تو سعید کی فکر میں ہوں۔

حمیدہ - صفیہ اور زہرہ شاید تین دن رہ کر چلی گئیں؟

ہاجراں - ہاں بیٹی جانا ہی تھا۔ پیچھے گھربار کی فکر تھی۔ اور ادھر نذیراں تو اس لئے گھر سے چلی گئی تھی کہ زہرہ اور صفیہ بھی جلدی نکل جائینگی۔

حمیدہ - بیچاریاں جب تک رہیں۔ ایک دم بھی آنسو نہیں تھمے۔ خالہ جی! آپ کی لڑکیاں بڑی ہمدرد اور عقلمند ہیں۔

ہاجراں - (روتے ہوئے) بیٹی۔ میرا سعید کمسن ہے۔ اب سکول میں پڑھے گا۔ یا نذیراں کی چوکیداری کرے گا۔ سچ ہے میں تو گھر سے نکل جاؤں گی۔ اور اگر بھیک مانگنا پڑا تو مانگوں گی۔ مگر اپنے سعید کو افسردہ خاطر نہیں ہونے دونگی۔

حمیدہ - کیوں! اماں! کیوں۔ بشیر بھی تیرا بیٹا ہے۔ سعید کا خیال رکھے گا۔ اتنی تو قیامت نہیں آگئی۔

ہاجراں - حمیدہ! بشیر کی لاپرواہی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ میں کیونکہ یقین کروں اکبر اس کے سامنے کئی دن بیمار رہ کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ مگر اس نے ایک دفعہ بھی اس کی پائنتی پر بیٹھ کر نہیں دیکھا۔ اور ایک بار بھی حکیم سے جا کر دوا نہیں پوچھی۔ مرنے والا مر گیا۔ تو جیسے لوگ جنازے میں شامل ہوئے بشیر بھی ساتھ چلا گیا۔

(اتنے میں دو اور پڑوسنیں آجاتی ہیں)

خدیجہ - اماں! نذیراں تو نہیں آئی؟

ہاجراں - مرضی کی مالک ہے۔

عائشہ - بشیر باہر کھیتوں میں ہوگا؟

ہاجراں - نہیں بیٹی۔ میرا خیال ہے۔ وہ آج جمعہ پڑھنے گیا ہوا ہے۔ مولوی عبدالعزیز آیا ہوا ہے۔ اس دن سے اس کے ساتھ مسجد میں چلا جاتا ہے۔

حمیدہ - شاید نیکوں کی صحبت میں نیک ہو جائے۔ مولوی صاحب تو اپنے ماں باپ کے بڑے ہی فرمانبردار ہیں۔ رات کو مسجد میں وعظ کی۔ اور نوجوانوں کو بڑی تاکید کرتے رہے۔ کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔

ہاجراں - خیر! کل صبح جب میں نماز پڑھ کر ابھی مصلے ہی پر بیٹھی تھی۔ دونوں باہر سے آئے تھے۔ عبدالعزیز نے مجھے سلام کیا۔ تو بشیر نے بھی اس کی ریس میں سلام کیا۔ پھر میرے پاس بیٹھے رہے۔ عبدالعزیز اس وقت بھی بشیر کو یہی تاکید کرتا رہا۔ کہ دیکھنا اب تمہارا باپ فوت ہو چکا ہے۔ ہماری خالہ کا بہت زیادہ خیال رکھنا ہوگا۔ سعید کی تعلیم جاری رکھنا ہوگا۔

عائشہ - بشیر کیا کہتا تھا؟

ہاجراں - وہ خاموش ہو کر سنتا رہا۔

خدیجہ - بہن حمیدہ! چلو۔ جامع مسجد میں چل کر مولوی صاحب کا وعظ تو سن آئیں۔

حمیدہ - کیا کریں عورتوں کے بیٹھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ مگر اچھا۔ مریم کے گھر بیٹھ کر وعظ سن لیں گے۔ وہاں آواز تو آتی ہی ہے۔

(تینوں پڑوسنیں چلی جاتی ہیں۔ اور ہاجراں اٹھ کر وضو کرنے میں مشغول ہو جاتی ہے۔ نماز پڑھنا شروع کر دیتی ہے۔ مگر ذہن میں وہی تفکرات، وہی زہرہ اور صفیہ کی جدائی۔ سعید کی یتیمی۔ نذیراں کی بے رحمی۔ بشیر کی بے رخی اور اپنی بیکسی کے خیالات بار بار دماغ پر آ کر مسلط ہو جاتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر ہاجراں نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کر دی۔ جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

الٰہی! میں تیری عبادت میں بڑی غفلت برتتی رہی ہوں۔ مگر تو جانتا ہے کہ تیرے سوا کسی اور کو حاجت روا بھی نہیں مانا ہے۔ تو ہی بیکسوں اور بے بسوں کی سننے والا ہے۔ تیری رحمت کے سہارے سے ہم غریبوں کے شب و روز گزرتے ہیں۔ الٰہی! میری جوانی بیت گئی۔ بڑھاپا آگیا۔ آج میں بیوہ ہوں۔ خداوندا تو جانتا ہے۔ کہ ہم عورتیں اپنے خاوندوں کے بعد اولاد میں سے اپنے بیٹوں پر بھروسہ کرتی ہیں۔ اگر بیٹے نیک صالح اور فرمانبردار ہوں۔ تو ہمارے باقی ایام آرام سے گزر جاتے ہیں۔ ورنہ جو کچھ بیوگان پر گزرتی ہے تو اس سے واقف ہے۔ الٰہی! میرا لڑکا بشیر آج اپنی بیوی کا پورا طرفدار ہے۔ مجھے ماں سمجھ کر اور کمسن سعید کو بھائی سمجھ کر اور اپنی بہنوں کو بہنیں سمجھ کر ہم سے معاملہ نہیں کرتا ہے

ص ہاجراں - یہ سب کچھ ہے مگر میں تو یہ کہکر آنسو بہانے لگ جاتی ہے حمیدہ - خالہ جان خیر ہے - آپ تو بہت ہی گھبرائی ہوئی ہیں

میرا سعید مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ میری لڑکیاں میری ہمدرد اور اب مرے ہوئے باپ کی بیٹیاں ہیں۔ الٰہی! اگر بشیر اسی ڈگر پر چلتا رہا تو میری زندگی تباہ ہو جائے گی۔ میں اپنے سعید کو نذیراں کا بھکاری نہیں بناؤں گی۔ تو جانتا ہے۔ میری لڑکیاں اب اس گھر میں ایک رات بھی نہیں گزار سکتیں۔ الٰہی! میں نے بشیر کو بڑی مشکل سے پالا ہے۔ دو لڑکیوں کے بعد نرینہ اولاد کے لئے ہم میاں بیوی ترس گئے تھے۔ تو ہمارے حال پر گواہ ہے۔ کہ میں اور تیرا مسکین بندہ اکبر کس طرح رات دن اسی دھن میں پھرتے تھے۔ کہ ہمارے گھر میں لڑکا پیدا ہو۔ ہم نے تیرے نیک بندوں سے دعائیں کرائیں ہم نے تیرے لئے نذریں اور منتیں مانیں۔ مگر تیری ذات کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ ہم نے فقط تیری ہی رحمت پر تکیہ کیا۔ بے دین پیروں کے تعویذوں۔ مزاروں پر چڑھاوے۔ چوٹی رکھنا۔ پڑوسیوں کے بچوں کا نقصان کر کے اپنا فائدہ کرنا۔ کسی مردہ لاش پر بیٹھ کر نہانا۔ اس کے سر کے بال کاٹنا اور قرآن مجید پر بیٹھ کر نہانا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) یہ اور اس طرح کے ہزاروں بے دینوں جیسے کام کرنے سے ہم نے پورا پورا پرہیز کیا۔ الٰہی! تو نے اپنے فضل و کرم سے لڑکا عطا فرمایا۔ تو ہم نے مولوی فضل الٰہی جو کہ بڑا ہی نیک آدمی تھا۔ اس سے اذان دلائی۔ گڑھتی (رسم تحنیک) بھی اسی نے اپنے دست مبارک سے دی۔ بشیر نام بھی اسی نے رکھا۔ کیونکہ دو لڑکیوں کے بعد یہ لڑکا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خوشخبری سمجھا گیا تھا۔ خداوندا میں نے بشیر کی پرورش میں جس طرح جانفشانی سے کام لیا۔ اور اکبر مرحوم نے جس طرح لاڈ اور پیار سے بشیر کو پالا وہ تجھ پر مخفی نہیں ہے لہٰذا میرے مولا۔ تو اپنے لطف و کرم سے میرے بشیر کو دین اسلام کی ہدایت عطا فرما۔ میرے بشیر کو میرا فرمانبردار بنا دے اور اس طرح سے دوزخ کی آگ سے بھی بچا دے۔ الٰہی میرا بشیر تیری عبادت کرتا ہوا۔ میری خدمت کرتا ہوا۔ سعید پر شفقت اور بہنوں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوا نظر آئے۔ الٰہی اگر بشیر راہ ہدایت پر آ جائے تو میرا گھر آباد رہے گا۔ ورنہ میری بیٹیاں اپنے باپ کی قبر کو دیکھ کر روتی اور بلکتی ہوئی گاؤں سے چلی جایا کریں گی الٰہی میں نذیراں کی بھی بدخواہ نہیں۔ میری دعا ہے۔ وہ بھی پھولتی پھلتی رہے۔ بچوں میں کھیلتی ہوئی نظر آئے۔ الٰہی میرا بشیر سات بچوں کا منہ دھوئے۔" یہ کہہ کر ہاجراں سجدے میں گر جاتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اس کی زبان پر بار بار بشیر کا نام آتا ہے۔ وہ اس کی ہدایت کے لئے بارگاہ خداوندی میں گڑگڑا کر فریادیں کر رہی ہے)

لمحۂ فکریہ

حضرات! ہاجراں کی دعا مادرانہ اضطراب کا مظہر ہے۔ اپنی اولاد کی فلاح و بہبود کے لئے بارگاہ رب العزت میں سربسجود پڑی ہے۔ اپنے نفع و نقصان کو فراموش کر چکی ہے۔ فقط اپنے نافرمان بیٹے۔ اپنے دوسرے بیٹے سعید اور اپنی بیٹیوں کی خاطر اللہ تعالیٰ سے التجائیں کر رہی ہے۔ اپنی بہو بیٹی جس نے آج تک اس ضعیفہ کے ساتھ ایک بھی نیکی نہیں کی۔ بشیر کی خاطر اس کے لئے بھی دعائیں ہو رہی ہیں۔ میں حیران ہوں۔ اور ماں کی مامتا کی کیفیت کے سمجھنے سے یکسر قاصر ہوں۔ ہاں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں۔ کہ ایک انسانی وجود میں رحمت کردگار کے اثر سے وہ جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ جس کے دم قدم سے ذی حیات مخلوقات میں توالد و تناسل کے سلسلے کے بعد پرورش و حفاظت کا نظام بھی بطریق احسن انجام پذیر ہو رہا ہے۔ مرغانِ ہوا کے آشیانوں میں۔ آبی جانوروں کی شناوری میں۔ چارپایوں کی گھریلو زندگی میں۔ درندوں کی کھوہوں اور کچھاروں میں وہی مامتا کے جلوے کار فرما ہیں۔ جو انسانی بستیوں میں ہمیں شام و سحر نظر آتے ہیں۔

ہاں ہاں۔ میں پورے وثوق سے دعویٰ کرتا ہوں کہ آشیانوں سے مادہ پرندوں کو اور پانی سے ماہ جانوروں کو اور حیوانات سے ماہ حیوانوں کو ایک دم کے لئے علیحدہ کر کے دیکھو۔ کہ کیا محشر بپا ہوتا ہے۔ آپ کا تجربہ ہے۔ کہ آپ لاکھ جتن کریں۔ مگر اپنے کم سن بچے کو رونے سے چپ نہیں کرا سکتے۔ مگر ماں کے ہاتھوں میں وہ برکت ہوتی ہے۔ ماں کی چھاتی میں چند ماہ کے بچے کے لئے وہ راحت ہوتی ہے۔ اور ماں کی آواز میں اس نا آشنائے عالم ناسوت کے لئے وہ کشش ہوتی ہے کہ ادھر ماں نے ہاتھ بڑھائے۔ اور ادھر اس بلکتی ہوئی ننھی سی جان اور معصوم انسانیت کی جان میں جان آگئی۔ الٰہی یہ فطری ربط۔ یہ جبلی موانست کہ

ع دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

بچہ ماں سے جدا نہیں رہ سکتا۔ اور ماں بچے سے علیحدہ ہو کر ہوش کھو بیٹھتی ہے۔ آئیے۔ بچے کی فرقت میں ماں کی بے قراریوں پر قرآن حکیم کی شہادت سنئے۔ وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

(اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو حکم بھیجا کہ تو بچہ کو دودھ پلاتی رہ۔ اور پھر جب اس کی جان کا اندیشہ لاحق ہو۔ تو اس کو (ہمارے بھروسے پر) دریا میں ڈال دے۔ اس حکم کی بجاآوری میں نہ خطرہ کرنا اور نہ مادرانہ غم و اندوہ کا شکار ہونا۔ سن لے یقیناً ہم تیرے لخت جگر کو تیری آغوش میں جلد واپس کرنے والے ہیں۔ اور پھر وقت آنے پر رسالت کا تاج اس کے سر پر رکھیں گے)

یہ حکم خداوندی ہے۔ جس میں پروردگار عالم ایک بچے کو ماں سے جدا کرنے کی صورت میں اپنی الہامی آواز سے تسلی دے رہے ہیں۔ کہ اپنے بچے کے تلف ہونے بلکہ جدا ہونے کے متعلق غم و اندیشہ نہ کرنا۔ یہ جدائی فقط عارضی ہے۔ یہی بچہ چند علیمانہ کارروائیوں کی تکمیل کے بعد تیرے حوالے کر دیا جائیگا۔ اور پھر اس کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا جائے گا۔ مگر باوجود ان تسلیوں کے خود پروردگار عالم کی شہادت ہے۔ کہ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (کہ موسیٰ کی والدہ کا دل مامتا کے جذبہ سے بیقرار ہو گیا۔ اور یہ پہلی رات کی پہلی صبح تھی۔ قریب تھا کہ شدت اضطراب سے اس راز کو دیوانہ وار فاش کر دے مگر ہم نے استواری اور صبر کی گرہ اس کے دل پر لگا دی۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہمارے الہام کی مخاطبہ اور کلیم اللہ کی ماں ہونے کا شرف رکھنے والی ہماری بندی دولت یقین و ایمان سے بھی مالا مال رہے) اس کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کی طرف واپس کرنے کی کارروائی پوری کر لی گئی تو ارشاد ہوتا ہے۔ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤی اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ (پس ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اس کی والدہ ماجدہ کے حوالے کر دیا۔ تاکہ اس کی آنکھیں اپنے بیٹے کی دوبارہ ملاقات سے ٹھنڈک حاصل کریں۔ اور اس کا دل جدائی کے صدمے سے راحت پائے۔

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۷ر رجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸ر فروری ۱۹۵۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد اس اجتماع میں ہر دفعہ بعض احباب نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے مجھے ہر دفعہ اس اجتماع کا مقصد عرض کرنا پڑتا ہے۔ صبح کا درس عام ہے۔ لیکن یہ اجتماع خاص ہے اور اللہ تعالےٰ کے ان بندوں کے لئے منعقد کیا جاتا ہے۔ جنھوں نے مجھ سے بیعت کا عہد کر رکھا ہے۔ بیعت کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کا جو طریقہ ہمیں بتلائیں گے ہم اس کی پابندی کریں گے۔

ان احباب کی روحانی تربیت میرا فرض عین ہے۔ میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں وہ ان کی رہنمائی کے لئے ضروری سمجھتا ہوں۔ ہم چونکہ اللہ تعالےٰ کا ہی نام لیتے ہیں اس لئے جس کا دل چاہے اس میں شریک ہو جائے۔ ہم کسی کو منع نہیں کرتے۔

اللہ تعالےٰ انسان کے باطن کو دیکھتے ہیں۔ ظاہر کو نہیں دیکھتے۔ اصلاح باطن کے لئے روحانی امراض سے شفایاب ہونا ضروری ہے۔ ان امراض کا تذکرہ اس سے پہلے آتا رہا ہے۔ ایک مجلس میں میں نے عجب اور کبر۔ دوسری میں حسد اور ریاء اور تیسری میں شح نفس (خود غرضی) کے متعلق عرض کیا تھا۔ دنیوی تعلقات کی وجہ سے ان امراض کا احساس نہ عوام کو ہوتا ہے نہ بی اے اور ایم اے کو اور نہ ہی مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل علمائے کرام کو۔ بظاہر کوئی کتنا تقدس مآب ہو۔ اگر ان امراض سے شفایاب ہو کر نہ گیا۔ تو مرنے کے بعد قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔ ہم یہاں اصلاح باطن کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

اللہ والوں کی ایک خاص صفت

انسان جس صفت سے متصف ہو اسی کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے بی ڈی کی سند حاصل کرنے والے کو ماسٹر ہی کہا جائے گا۔ طبیہ کالج سے فارغ ہونے والوں کو طبیب ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے محبوبین کی بھی چند صفات ہیں۔ ان میں سے ایک صفت کا ذکر اس آیت میں ہے۔ آج میں اس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۙ

(سورۃ المؤمنون۔ رکوع ۴۔ پارہ ۱۸)۔

(ترجمہ):۔ اور جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں)

بعض اشخاص کو بکرے کی کلیجی۔ بعض کو دماغ اور بعض کو چربی والا گوشت پسند ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کو انسان کے وجود میں سے دل پسند ہے۔ اس زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی وہ دل ہی کو دیکھتے ہیں۔ دل کے بعد وہ اعمال کو دیکھتے ہیں اور عمل کی قیمت دل کی بنا پر دیتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے ہیں کہ خدا جانے اجر بھی ملتا ہے یا نہیں ان کو فکر ہوتی ہے کہ کہیں یہ دنیا عذاب نہ بن جائے اور الٹی ادھر سے ڈانٹ ہی نہ پڑ جائے۔ کہ تم نے تو نام و نمود کے لئے خرچ کیا تھا۔ واہ واہ کرالی۔ اب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ مثلاً ہر جمعرات کو کھیر پکائی جاتی تھیں اور دل میں یہ خیال تھا کہ لوگ کہیں گے کہ بیٹوں نے اپنے باپ کو خوب سنبھالا۔

اصلاح باطن سے مراد دل کی اصلاح ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا اِلٰى اَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

اگر ایک شخص بڑا حسین ہے یا بہت دولتمند ہے تو اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کی ان چیزوں کی کوئی قیمت نہیں۔ اگر اس نے دل اللہ تعالیٰ کو دے دیا۔ یعنی دل میں ڈر ہے تو فقط اللہ تعالےٰ کا۔ محبت ہے تو اس سے۔ رضا مطلوب ہے تو اس کی۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں ایسا شخص محبوب ہے۔ جیسے فارسی میں کسی نے کہا ہے۔

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
گرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

اللہ تعالےٰ چاہتے ہیں کہ مسلمان اس طرح دنیا میں رہے۔ بظاہر سب کے ساتھ تعلق ہو۔ لیکن حقیقت میں اللہ تعالےٰ کے سوا کسی سے نہ ہو۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں فقط دل کی قیمت ہے۔ دل کے بعد وہ عمل کو دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی مراد کے شارح ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

(ترجمہ):۔ اعمال کا مدار نیت پر ہے)

نیت دل میں ہوتی ہے۔ اگر دل میں اخلاص ہے تو ہم کھوٹا وصیلہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے۔ تو وہ بھی اس کو محبوب ہوگا۔ اگر اخلاص کی جگہ ریاء ہے تو لاکھوں بھی ان کے ہاں مردود ہیں۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے ہاں ایک سائلہ آئی۔ اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں۔ گھر میں ایک کھجور کے دانہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک کھجور اس عورت کو دے دی۔ اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک ایک بچی کو دے دیا۔ دوسرا دوسری کو۔ یہ ایک کھجور اللہ تعالےٰ کے ہاں محبوب ہے۔

اصلاح باطن اللہ والوں کے ہاں

ہوتی ہے۔ کوٹھیوں اور کالجوں میں دین ملتا۔ دین یہاں ٹوٹی ہوئی چٹائیوں پہ ملتا ہے۔ تربیت یافتہ نہ ہو تو شیطان ہر کام میں ریا کا زہر ملا کر اس کو جلا دے گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے اتوار والے اجلاس میں بعض لوگ چندہ دیتے ہیں تاکہ بھرے اجلاس میں اعلان ہو اور خوب تالیاں پٹیں۔ دوسو روپیہ میاں صاحب کی طرف سے۔ اعلان ہوا اور تالیاں بجیں۔ دوسو روپیہ بیگم صاحبہ کی طرف سے پھر اعلان ہوا اور تالیاں بجیں۔ سو روپیہ بہو کی طرف سے۔ سو روپیہ بڑے صاحبزادہ کی طرف سے۔ سو روپیہ چھوٹے صاحبزادہ کی طرف سے۔ ہر بار اعلان ہوتا رہا اور تالیاں پٹتی رہیں۔ میاں صاحب خوش ہو رہے ہیں کہ لوگ کہیں گے ع

این ہمہ خانہ آفتاب است

تاکہ انتخاب میں ووٹ میاں صاحب ہی کو ملیں۔

اصلاح قلب نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو۔ اللہ والے دل کے طبیب ہوتے ہیں۔ یہ علم غیب نہیں ہے۔ طبیب حاذق قابل ہو تو شکل دیکھ کر مرض بتلا دیتا ہے۔ کیا یہ علم غیب ہے؟ نہیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں۔ موتی ملنے ارزاں۔ مگر اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں ہوتے ہیں۔ موتی تو غیر مسلموں کے ہاں بھی ہوتے ہیں۔ مگر اللہ والے مسلمانوں میں بھی کم یاب ہیں۔

ہمارے قادری خاندان میں تمام اوراد کا کورس اگر زبانی بیان کیا جائے تو پانچ منٹ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ مگر باطنی طور پر اس کو بدرجہ حال لانے کے لئے کسی کا ایک سال۔ کسی کے دو۔ کسی کے پانچ۔ کسی کے دس کسی کے بیس سال صرف ہوتے ہیں۔ اس تفاوت کا سبب بھی دل ہی ہے۔ قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ دل ہی کو دیکھیں گے

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (سورۃ الشعراء رکوع ۵ پ ۱۹)

(ترجمہ:- جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی۔ مگر جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا)

میں کہا کرتا ہوں کہ اگر اس کو سمجھ ہو تو مسلمان کا ہر عمل حیات نیکی کے دائرہ میں آ سکتا ہے۔ دل میں فقط اللہ تعالیٰ کی رضاء مطلوب محبوب اور مقصود بنا لے۔ امام اعظمؒ سے کسی نے پوچھا کہ ادھر جماعت تیار ہے۔ ادھر مجھے بیت الخلا جانے کی ضرورت ہے۔ فرمایئے میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری نماز پاخانہ میں شمار کر لی جائے تو پہلے نماز پڑھ لو۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا بیت الخلا جانا بھی نماز میں لکھا جائے تو پہلے بیت الخلا ہو آؤ۔ اگر ایک شخص بیت الخلا اس نیت سے جاتا ہے کہ فارغ ہو کر یکسوئی سے نماز ادا کروں گا تو اس کا بیت الخلا جانا وہاں بیٹھنا۔ ہر کام عبادت میں لکھا جائیگا عبادت کے معنی فقط روزہ نماز وغیرہ نہیں بلکہ ہر وہ کام جو معبود حقیقی کی رضا کے لئے کیا جائے وہ عبادت ہے۔ اگر ایک شخص اس لئے دوکان پہ بیٹھتا ہے کہ حلال کا رزق کما کر لاؤں اور بیوی بچوں میں بیٹھ کر عزت سے کھاؤں تو اس کا دوکان پہ بیٹھنا عبادت ہے۔ دوسرا شخص اسی غرض سے سرکاری ملازمت کرتا ہے اور سارا وقت ایمانداری سے کام کرتا ہے۔ تو اس کا ملازمت کرنا بھی عبادت ہے۔ لیکن اگر اس کے پاس کام تو رکھا ہوا تھا مگر یہ دو گھنٹہ باتیں کرتا رہا تو اس کی دو گھنٹہ کی تنخواہ حرام کی ہو گئی۔ حلال حرام مل جائے تو سارا حرام ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کے بیوی بچے حرام کھائیں گے تو ان کو حرام کی طرف کشش ہو گی۔ ایک شخص وضو کر کے مسجد میں نفل پڑھتا ہے دوسرا جنگل سے نمازیوں کے لئے ڈھیلے لانے میں اتنا ہی وقت صرف کرتا ہے۔ یہ دونوں برابر ہیں اور دونوں کی نفلی عبادت شمار کی جائے گی۔

پہلے جو سورۃ المومنون کی آیت آ چکی ہے۔ اب اس کا ضمیمہ عرض کرتا ہوں۔

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ (سورۃ المنفقون رکوع ۲ پ ۲۸)

ترجمہ:- اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے)

آنکھوں میں بینائی۔ زبان میں گویائی دماغ میں عقل۔ ہاتھوں میں پکڑنے کی قوت جسکو عربی میں بطش کہتے ہیں اور پاؤں میں چلنے کی طاقت جس کو عربی میں مشی کہتے ہیں۔ سب اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا رزق ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ہر چیز کو اس کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ خرچ کرنے کے بعد ہر وقت یہ خدشہ دامنگیر رہے کہ خدا جانے وہ قبول بھی فرماتے ہیں یا قیامت کے دن منہ پر مار دیتے ہیں۔ تربیت کے بغیر شیطان نیکی کو نہیں بچنے دے گا۔ جس طرح تیزاب کا ایک قطرہ کپڑے پر پڑ جائے اور کپڑے کو تہ کر کے رکھ دیا جائے تو سارا راکھ ہو جائے گا۔ اسی طرح ریا، ہر نیکی کے کام کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے

اطلاع

حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی ۸ مارچ سے ۱۲ مارچ ۱۹۵۷ء تک لاہور سے باہر تشریف فرما رہیں گے۔ ملاقات کے لئے آنے والے حضرات نوٹ فرمالیں۔ تاکہ اُن کو زحمت سفر نہ اٹھانی پڑے۔

(رہنما ہیں)

اللہ تعالیٰ کی نیک بندیاں

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ (لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد

تمہید

مسلمان بہنو - ہمارا خدا وہ ہے - جس نے مٹی سے انسان بنایا - ہمارے لئے آسمان سے مینہ برسایا - اس سے ہمارے کھانے کے لئے ہزاروں قسم کے میوہ جات سینکڑوں قسم کی ترکاریاں - بیسیوں قسم کے اناج پیدا کئے - ہماری خدمت کے لئے رقسما قسم کے جانور پیدا کئے - کسی سے بوجھ اٹھواتے ہیں - کسی سے ہل چلواتے ہیں - کسی کا دودھ پیتے ہیں - کسی کا گوشت کھاتے ہیں - اگر خدا تعالےٰ کی نعمتوں کو گننے بیٹھیں تو حساب اور شمار سے باہر ہیں -

محسن کی قدر

میری بہنو - ہم دیکھتے ہیں کہ حیوانات میں محسن کی قدر کا جذبہ پایا جاتا ہے - کتا جس مالک کے دروازہ سے روکھا سوکھا ٹکڑہ کھاتا ہے جب مالک گھر آتا ہے تو دم ہلاتا ہوا اس کے قدموں پر سر جھکاتا ہے - بلی جس گھر میں پالی جاتی ہے - وہ اس گھر والوں کے پاؤں میں پھرتی ہے - اور کبھی کسی کی - کبھی کسی کی گود میں پیار اور لاڈ سے جا بیٹھتی ہے -

ایک سوال

میری بہنو - جب حیوانات میں یہ جذبہ پایا جاتا ہے - تو بتاؤ کیا انسان اس جذبے سے خالی ہے - ہرگز نہیں تو پھر اس بے انتہا احسان کرنے والے خدا تعالےٰ کا شکریہ بھی انسان کے ذمہ واجب ہے یا نہ ؟

جواب

ہر عقلمند بہن یہی جواب دے گی کہ واقعی ایسے محسن مالک رحیم اور کریم کا شکریہ بجا لانا ہمارے ذمہ ضروری ہے -

شکر ادا کرنے کا طریقہ

میری بہنو - شکر ادا کرنے کا طریقہ وہی بہتر ہو سکتا ہے - جسے ہمارا محسن حقیقی جلّ شانہٗ پسند کرے - مثلاً اگر ہم کسی پیارے عزیز کو عمدہ اور لذیذ کھانا کھلانا چاہتے ہیں تو مناسب یہی ہے کہ اس سے پوچھ لیں - کون سی چیز اسے مرغوب ہے - ممکن ہے جس چیز کو ہم نے اپنی طبیعت کے لحاظ سے مرغوب سمجھ کر پکایا - اسے اس چیز سے انتہائی نفرت ہو - مثلاً بعض لوگوں کے لئے مچھلی نہایت مرغوب غذا ہے - اور بعض لوگوں کو اس سے انتہائی نفرت ہے - علیٰ ہذا القیاس رب العالمین کا شکر بجا لانے کے لئے اسی سے دریافت کرنا چاہیئے -

بہترین طریقہ شکر سکھانے کا استاد

ایک انسان دوسرے انسان کے دل کی بات کو نہیں سمجھ سکتا - جب تک کہ وہ خود نہ بتائے - اسی طرح جب تک ہمارا آقائے حقیقی خدائے قدوس خود نہ بتائے - ہم اس کی مرضی کو معلوم نہیں کر سکتے - اس کی مرضی بتانے کے لئے ہمیشہ مختلف زمانوں میں مختلف استاد آتے رہے جن کو اصطلاح شریعت میں نبی کہا جاتا ہے - ان نبیوں کی تعداد بعض کتابوں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار تک آئی ہے - ان نبیوں میں سب سے آخری نبی ہمارے نبی کریم سردار دو جہاں سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں - آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا - اللہ تعالےٰ کی مرضی معلوم کرنے کے لئے ان سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے - ان کے دامنگیر ہوئے بغیر مرضی مولیٰ معلوم کرنا ناممکن ہے -

تنبیہ

میری بہنو ! لڑکی کا کسی اعلیٰ خاندان میں سے ہونا یا امور خانہ داری میں اعلیٰ درجہ کی سلیقہ شعار ہونا یا اپنے فضل و کمال ظاہری سے اپنی سہیلیوں میں عزت پانا - خدا تعالےٰ کی نظر میں یہ سب چیزیں ہیچ ہیں - حدیث شریف میں آیا ہے - اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ -

ترجمہ - بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا - اور نہ تمہارے مالوں کو دیکھتا ہے - بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے -

یعنی اگر تمہارے دل میں خوف خدا نہیں اور اس کی محبت کے آثار نہیں اور تمہارے عملوں میں اس کی بندگی کا حق ادا کرنے کا ثبوت نہیں ملتا - تو اللہ تعالےٰ کے ہاں تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں ہے -

ایک مثال

یہ یاد رکھو جس طرح دنیا کے بادشاہ کسی کی خوبصورتی کا لحاظ نہیں کرتے - کسی کی خاندانیت کا لحاظ نہیں کرتے - بلکہ جو مرد یا عورت ان کے قانون کی خلاف ورزی کرے اسے جیل میں ڈال دیتے ہیں - بلکہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے - کہ باپ بادشاہ کا وفادار ہونے کے لحاظ سے کسی معزز عہدے پر ممتاز ہے اور بیٹا باغی ہونے کی وجہ سے پھانسی کے تختہ پر لٹکایا جا رہا ہے - اور بعض اوقات بیٹا وفادار ہے اور باپ باغی ہے تو بیٹا انعام و اکرام شاہی سے سرفراز ہے - اور باپ تختہ دار سے ہم کنار ہے - بعینہٖ اسی طرح خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں ہے - وہاں کسی کی صورت خاندانیت اور دولت وغیرہ موجب نجات نہیں وہاں فقط قانون الٰہی سے وفاداری کا حق ادا کرنا ہی باعث عزت ہے -

نتیجہ

میری بہنو - گزشتہ تحریر کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر تم چاہتی ہو کہ احکم الحاکمین خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی نگاہ میں تمہیں عزت نصیب ہو اور عذاب الٰہی (دوزخ) سے بچو تو اس کا فقط ایک ہی راستہ ہے - کہ خدا تعالےٰ کے نازل کردہ قانون یعنی قرآن حکیم کی خلاف ورزی نہ کرو اور اس کا مطلب سمجھنے کے لئے سید المرسلین

خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کو بطور شرح قرآن کام میں لاؤ۔

قولہ تعالیٰ - اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصّٰٓئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

سورہ الاحزاب رکوع ۵ پارہ ۲۲

ترجمہ۔ اسلام لانے والے اور اسلام لانے والیاں اور ایمان لانے والے اور ایمان لانے والیاں اور فرمانبرداری کرنے والے اور فرمانبرداری کرنے والیاں اور سچ بولنے والے اور سچ بولنے والیاں اور صبر کرنے والے اور صبر کرنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں اور خدا تعالیٰ کی بہت یاد کرنے والے اور بہت یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

شانِ نزول

اُمّ عمارہ انصاریہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں۔ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ مجھے تعجب ہے۔ ہر چیز مردوں کے حق میں نازل ہوتی دیکھتی ہوں۔ اور میں نہیں دیکھتی۔ کہ عورتوں کا ذکر بھی کسی حکم میں آیا ہو۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی شریف)

وعدۂ بخشش کی دس شرطیں

میری بہنو! گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں دونوں کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر ہمیں چونکہ اس وقت فقط مسلمان بہنوں سے پیغام حق عرض کرنا ہے۔ اس لئے انہی کو مخاطب کر کے تفصیل عرض کی جائے گی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورتوں کی بخشش اور اُن کے لئے بہت بڑے اجر کا وعدہ دس شرطوں پر کیا گیا ہے

اسلام ۱ - ایمان ۲ - قنوت ۳ - صدق ۴ - صبر ۵ - خشوع - تصدق - صوم - حفظ الفروج - کثرت ذکر الٰہی -

ہر ایک کی تفصیل

(۱) اسلام

اسلامی شریعت جو حکم دے اس پر عمل کر کے دکھانا اسلام ہے۔ مثلاً شریعت کہتی ہے۔

(۱) کہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھو۔ تو پڑھیں۔

(۲) پانچ وقت نماز پڑھو۔ تو پڑھیں۔

(۳) جب رمضان شریف آئے روزہ رکھو۔ تو رکھیں۔

(۴) سال کے بعد سونا۔ چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ دو۔ تو دیں۔

(۵) تمہارے پاس سفر حج کے لئے روپیہ کافی موجود ہے تو حج کرو۔ تو حج کریں۔

(۲) ایمان

فقط ظاہری احکام کا بجا لانا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہونے کے لئے کافی نہیں ہے جب تک کہ دل سے ان چیزوں کو سچا نہ جانے۔ جن کے متعلق اسلام دل کی تصدیق چاہتا ہے۔ مثلاً خدا تعالیٰ ایک ہے۔ اور وہ حی۔ قدیر۔ مرید۔ علیم۔ سمیع۔ بصیر۔ کلیم ہے۔ ان صفات کے یہ معنی ہیں زندہ۔ قدرت والا۔ ارادہ کرنے والا۔ جاننے والا۔ سننے والا۔ دیکھنے والا۔ بولنے والا۔ اس کے فرشتوں کا ہونا حق ہے۔ پہلے سارے نبی اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے پیغمبر ہیں۔ پہلی ساری کتابیں جو آسمان سے نازل ہوئیں وہ سچی تھیں۔ اور قرآن حکیم جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ وہ حق ہے۔ اور ہر چیز نیک و بد کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور مرنے کے بعد اُٹھنا اور حساب وکتاب ہونا یقینی ہے۔

(۳) قنوت

قنوت کے معنی مطلق فرمانبرداری بھی ہے۔ اور قنوت کے معنی اخلاص بھی ہے یہاں اس آیت میں مراد اخلاص ہے۔ اگر ایک عورت دل سے اسلام کی ساری باتوں کو سچا مانتی ہے۔ اور ظاہری احکام کو بھی بجا لاتی ہے۔ لیکن ظاہری احکام بجا لانے میں اخلاص نہیں ہے۔ تو بھی بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سب سے زیادہ خطرہ مجھے اپنی اُمت کے متعلق جس چیز کا ہے۔ وہ شرک صغر (چھوٹا شرک) ہے۔ لوگوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ چھوٹے شرک سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا ریاء یعنی لوگوں کے دکھلاوے کے لئے کوئی کام کرنا۔

(۴) صدق

اللہ تعالیٰ کی مقبول بندیوں کی چوتھی صفت سچ بولنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی جھوٹ بولتا ہے۔ اور جھوٹ بولتے بولتے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُسے جھوٹوں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔

میری بہنو! خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ عورتوں میں اکثر جھوٹ بولنے کی عادت ہوتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ محض جھوٹ بولنے کی وجہ سے جھوٹی عورتوں کی فہرست میں تمہارا نام لکھ دیا جائے۔ اور نیکیاں ساری برباد ہو جائیں۔

(۵) صبر

اللہ تعالیٰ کی مقبول بندیوں کی پانچویں صفت صبر ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ملے۔ اس پر ہمت سے عمل کرنا خواہ وہ حکم کسی کام کے کرنے کے متعلق ہو یا کسی چیز سے روکنے کے متعلق ہو۔ طبیعت اس کام سے خوش ہو یا ناخوش ہو۔

(۶) خشوع

بارگاہ خداوندی میں نیک بیبیوں کی چھٹی صفت عاجزی کرنا ہے۔ دل سے بھی اللہ تعالیٰ کے روبرو عاجزی کرتی ہیں۔ اور ظاہری اعضاء سے بھی اپنی عاجزی کا اظہار کرتی ہیں۔ مثلاً زبان سے عاجزی کے الفاظ کہتی ہیں۔ اے اللہ تو ہمارا مالک ہے۔ ہم تیرے غلام ہیں۔ تجھے سب طاقتیں ہیں۔ اور ہم عاجز بندے ہیں۔ علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ کے روبرو ہاتھ پھیلا کر عاجزی سے دعا مانگتی ہیں۔ جس طرح کوئی گدا کسی سخی کے آگے ہاتھ جوڑتا ہے۔ حدیث شریف ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ تو اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے۔ کہ اُسے خالی لوٹائے۔ باقی اعضاء کی عاجزی نماز میں رکوع اور سجدہ کرنے سے ادا ہو جاتی ہے

(باقی

فاروقِ اعظمؓ

(از جناب مولانا احمد صاحب ایم اے فاضلِ دیوبند لکھنؤ انڈیا)

(گزشتہ سے پیوستہ)

جامع کمالات

حضرت عمرؓ دُنیا کی تاریخ میں ایک ہی ہُوئے ہیں۔ آپ کی ذات ستودہ صفات تمام انسانی کمالات کی جامع تھی۔ مجتہد۔ مفتی۔ فقیہ۔ عالم۔ محقق۔ خطیب۔ قانون ساز مصلح۔ سیاست دان اور ماہرِ فنِ حرب تھے۔ آپ کے بعد زمانہ آپ کا بدل مہیّا نہ کر سکا۔ آپ نے بیک وقت دُنیا کی دو سب سے بڑی سلطنتوں سے ٹکر لی۔ جن میں سے ایک کو خاک میں ملا دیا اور دوسری کی بنیادیں ہلا دیں اور مدینہ میں بیٹھ کر عرب۔ عراق۔ ایران شام و مصر میں جنگ۔ نظم و نسق۔ عزل و نصب اور قضا وغیرہ کے متعلق اس طرح احکام جاری اور نافذ کئے۔ گویا آپ ان کے تمام حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے اور کانوں سے سُن رہے تھے۔ شاید ہی کوئی عامل ایسا ہو جو آپ کی باز پرس سے بچا ہو۔ تمام مملکت میں آپ کے جاسوس پھیلے ہوئے تھے جو ہر خبر آپ کو پہنچاتے تھے۔ رعایا کی بہبودی کے لئے آپ نے رات دِن ایک کر دیئے۔ اور رات کی نیند اور دن کا آرام اپنے اُوپر حرام کر دیا۔ اور اس کے باوجود ہمیشہ فکر مند رہتے تھے کہ کہیں خدمتِ خلق میں کوتاہی نہ ہو رہی ہو۔ چنانچہ وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ میرے اعمال جنّت کے قابل نہیں ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ میرے قصوروں پر گرفت نہ کرے اور عذاب سے نجات دیدے تو مَیں غنیمت سمجھوں گا۔ یہ اس شخص کا قول ہے۔ جس کے فضائل اللہ اور رسولؐ نے بیان کئے۔ جس کو دُنیا ہی میں جنّت کی بشارت دی گئی۔ جس کی رائے کے مطابق کئی بار وحی نازل ہُوئی اور جس کے فہم و ذکا کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "لو کان بعدی نبیا لکان عمر" اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ کتنے مبارک اور خوش نصیب تھے وہ لوگ جن کو ایسا حاکم میسر ہُوا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

آپ نے بادشاہی میں درویشی کی۔ بیت المال سے ایک معمولی مزدور کے برابر گزارہ لیتے تھے۔ بیت المقدس میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے تو پُرانے اور پیوند لگے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ دنیوی بادشاہوں کے بر خلاف آپ نے شان و شوکت کے مظاہرہ کا کوئی سامان نہیں رکھا۔ لیکن آپ کا سا رعب و وقار دُنیا کے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو نصیب نہیں ہُوا۔ ایک دفعہ قیصر کا سفیر آپ سے ملاقات کے لئے آیا۔ اس کا خیال تھا کہ اتنا بڑا حکمران جس کی تمام دُنیا میں دھوم مچی ہُوئی ہے ایک شاندار سر بفلک قلعہ میں رہتا ہوگا۔ سونے چاندی کے تخت پر بیٹھتا ہوگا۔ امراء وزراء۔ نقیب۔ دربان۔ حاجب اور محافظینِ ذات اس کے گرد ہوں گے۔ ایک لشکرِ جرار ساتھ ہوگا۔ لیکن مدینہ میں اسے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ اس نے حیرت سے پُوچھا۔ "تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا۔ "ہمارا بادشاہ کوئی نہیں ہے۔ ہم نے اپنے میں سے ایک امیر بنا رکھا ہے۔ اس کو بھی کوئی امتیازی حق حاصل نہیں ہے اور اس کی معاشرت ہماری ہی جیسی ہے۔"

وہ آپ کو ڈھونڈتا ہُوا ایک جگہ پہنچا۔ تو دیکھا کہ آپ ایک پیڑ کے نیچے ریت پر سو رہے ہیں۔ ایک اینٹ کا تکیہ ہے۔ کپڑوں میں پیوند لگے ہُوئے ہیں۔ نہ کوئی سپاہی ہے نہ پاسبان۔ نہ درباری نہ دربان۔ نہ گویا نہ قصہ خوان۔ سفیر یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ کیا یہی وہ شخص ہے جس کی فتوحات کا غلغلہ اطرافِ عالم میں پڑا ہوا ہے اور جس کے نام سے قیصر کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔ سچ ہے۔ جو خدا سے ڈرتا ہے وہ دُنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتا۔

آپ کے اخلاق کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے قالب میں ڈھلے ہوئے تھے۔ خوفِ خدا کا یہ عالم تھا کہ جب ایسی آیتیں پڑھتے یا سُنتے تھے جن میں اللہ تعالےٰ کے عذاب یا جلال کا ذکر ہوتا تھا تو زار زار روتے تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے۔ کاش مَیں پیدا ہی نہ ہوتا یا گھاس ہوتا تاکہ مواخذہ سے محفوظ رہتا۔ آپ نے مال۔ اولاد۔ وطن اور جان راہِ خدا میں قربان کئے۔ نہایت بے نفس۔ قانع۔ سخی۔ متواضع۔ رحمدل اور غیور تھے۔ باطل کے مقابلہ میں پہاڑ سے زیادہ سخت تھے اور حق کے سامنے موم سے زیادہ نرم۔ حدیث میں ہے۔ کہ شیطان عمر سے بھاگتا ہے۔ جاء الحق و زہق الباطل۔

اقوال

حضرت ابوبکرؓ کی طرح آپ علم انساب کے ماہر۔ صاحب طرز انشا پرداز۔ فصیح و بلیغ ادیب و خطیب تھے۔ آپ کے ملفوظات مشہور ہیں۔ فرماتے تھے:

(۱) امانت یہ ہے کہ ظاہر و باطن یکساں ہوں۔

(۲) میرا دوست وہ ہے۔ جو میرے عیب سے مجھے آگاہ کرے۔

(۳) سب سے خطرناک منافق عالم ہے۔ جس کی زبان پر علم ہو اور دل جاہل ہو۔

(۴) سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ آدمی دوسروں پر تہمت لگائے اور جو عیب اپنے میں ہو اس کی وجہ سے دوسروں کو مطعون کرے۔

(۵) کسی کی صرف نماز اور روزہ کو نہ دیکھو بلکہ اخلاق اور معاملات کو بھی دیکھو۔

(۶) جب تک کسی کی بات کا کوئی اچھا پہلو نظر آتا ہو اسے بدنیتی پر محمول نہ کرو۔

(۷) کسی بڑے آدمی یا ملامت کے خوف سے حق کو نہ چھوڑو۔

(۸) بُروں کی صحبت سے بچو اور نیکوں سے مشورہ کرو۔

(۹) طمع سے بچنے کا نام نجات ہے۔

(۱۰) علم حاصل کرنا فرض ہے اور یہ الـ

کی بخشی ہوئی خلعت ہے۔

(۱۱) دنیا میں مال سے اور آخرت میں عمل صالح سے عزت ہے۔

(۱۲) دریا کی چار قسمیں ہیں۔ حرص گناہوں کا۔ نفس خواہشوں کا۔ موت زندگی کا اور قبر ندامتوں کا دریا ہے۔

(۱۳) زیادہ ہنسنے والے کی ہیبت کم ہو جاتی ہے۔ جو دوسروں کی تحقیر کرتا ہے۔ خود حقیر ہوتا ہے۔ جو زیادہ کلام کرتا ہے اس کی بدگوئی زیادہ ہو جاتی ہے۔ جس کی بدگوئی زیادہ ہو جاتی ہے اس کی حیا کم ہو جاتی ہے۔ اور جس کی حیا کم ہو جاتی ہے اس کا تقویٰ کم ہو جاتا ہے۔ اور جس کا تقویٰ کم ہو جاتا ہے اس کا دل مر جاتا ہے۔

(۱۴) جو زیادہ گوئی ترک کرتا ہے اسے دانائی حاصل ہوتی ہے۔ جو زیادتیٔ نظر کو ترک کرتا ہے اسے خشوعِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ جو زیادہ کھانا ترک کرتا ہے اسے عبادت میں لذت حاصل ہوتی ہے۔ جو زیادہ ہنسنا ترک کرتا ہے اسے وقار حاصل ہوتا ہے۔ جو دنیا کی محبت ترک کرتا ہے اسے آخرت کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ جو دوسروں کے عیوب تلاش نہیں کرتا اسے اپنے عیوب کی اصلاح کی توفیق ہوتی ہے۔

(۱۵) دس چیزیں دس چیزوں کے بغیر درست نہیں ہوتیں۔ عقل بغیر تقوے کے۔ بزرگی بغیر علم کے۔ کامیابی بغیر خوف کے۔ بادشاہی بغیر عدل کے۔ نسب بغیر ادب کے۔ مسرت بغیر امن کے۔ توانگری بغیر سخاوت کے۔ فقیر بغیر قناعت کے۔ بلند مرتبہ بغیر تواضع کے۔ جہاد بغیر نصرت کے۔

شہادت

ایک پارسی غلام ابولولو فیروز نے آپ سے شکایت کی کہ میرا آقا مجھ سے بھاری محصول وصول کرتا ہے۔ آپ نے اس کی شکایت کو بیجا پایا اور توجہ نہ کی۔ اس نے ناراض ہو کر نماز فجر میں خنجر سے قاتلانہ حملہ کیا۔ آپ مجروح ہوئے۔ اور تین دن بعد یکم محرم ۲۴ھ کو ترسٹھ برس کی عمر میں دس برس حکومت کر کے وفات پا گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ تاریخ اسلام کا سب سے المناک حادثہ تھا۔ کیونکہ نہ آپ کا بدل ہوا اور نہ اس نقصان کی تلافی ہوئی۔ اگر آپ دس برس اور زندہ رہتے تو دنیا کی اکثریت مسلمان ہوتی۔

اس موقع پر مسلمانوں کا انضباط اور انصاف قابل لحاظ ہے۔ غیر مسلم رعایا کے ایک فرد نے ان کے امیر کو قتل کیا۔ تو قصاص اسی سے لیا گیا۔ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ نے تمام پارسی قوم کو غدار۔ ناقابلِ اعتبار اور گردن زدنی قرار نہیں دیا۔ نہ کسی پارسی کو عرب سے جلا وطن کیا گیا۔ نہ ایران میں فساد برپا کر کے ان پر حملے کئے گئے۔ بلکہ حضرت عمرؓ بستر مرگ پر ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی تاکید کرتے رہے۔ اس کے برخلاف آج بیسویں صدی کے مدعیان تہذیب کا جو مسلمانوں کو وحشی کہتے ہیں یہ حال ہے کہ ایک قوم کا کوئی فرد دوسری قوم کے کسی بڑے آدمی کو قتل کر دیتا ہے تو قاتل کی پوری قوم مجرم اور غدار سمجھی جاتی ہے۔ اس کے حقوق پائمال کئے جاتے ہیں۔ اور اس کے بے شمار افراد ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ دنیا کو آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے اسوۂ حسنہ سے ہدایت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

صحابہ کرامؓ کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کی طرح اسلام کے خدام بن جائیں۔ یہی مطلب ہے۔ "اصحابی کالنجوم" اور "ما انا علیہ و اصحابی" کا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(بقیہ) اللہ کی راہ میں خرچ صفحہ ۱ سے آگے

حق تعالیٰ کے احسانات کا کوئی شمار ہو سکتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اس آیت شریفہ کے بارے میں فرمایا کہ تم جو کچھ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔ بغیر اسراف کے اور بغیر کنجوسی کے وہ سب اللہ کے راستے میں ہے۔ حضرت جابرؓ حضورؐ اقدس سے نقل کرتے ہیں کہ آدمی جو کچھ شرعی نفقہ میں خرچ کرے تو خدا کے ذمہ اس کا بدل ہے۔ بجز اس کے کہ جو تعمیر میں خرچ کیا ہو یا معصیت میں۔ حضرت جابرؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ ہر احسان صدقہ ہے اور جو کچھ انسان اپنے نفس پر اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔ وہ صدقہ ہے اور جو کچھ اپنی آبرو کی حفاظت میں خرچ کرے وہ صدقہ ہے اور مسلمان جو کچھ (شریعت کے موافق) خرچ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدل کے ذمہ دار ہیں۔ مگر وہ خرچ جو گناہ میں ہو یا تعمیر میں۔ حضرت ابوہریرہؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ روزانہ صبح کو دو فرشتے حق تعالیٰ شانہ سے دعا کرتے ہیں۔ ایک دعا کرتا ہے۔ اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما۔ دوسرا عرض کرتا ہے۔ اے اللہ روک کے رکھنے والے کے مال کو ہلاک کر۔ تجربہ میں بھی اکثر یہی آیا ہے کہ جو حضرات سخاوت کرتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کے دربار سے فتوحات کا دروازہ ان کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اور جو لوگ کنجوسی سے جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں اکثر کوئی سماوی آفت بیماری مقدمہ چوری وغیرہ ایسی چیزیں پیش آ جاتی ہیں۔ جس سے برسوں کا اندوختہ دنوں میں ضائع ہو جاتا ہے اور اگر کسی کے دوسرے نیک اعمال کی برکت سے اور اس کی نیک نیتی سے اس پر کوئی ایسا خرچ نہیں پڑتا تو نالائق اولاد باپ کے اندوختہ و جو اس کی عمر بھر کی کمائی تھی مہینوں میں برابر کر دیتی ہے۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ خوب خرچ کیا کر اور گن گن کر مت رکھ کہ اللہ جل شانہ تجھے بھی گن کر عطا کریگا۔ اور جمع کر کے مت رکھ۔ کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے بھی جمع کر کے رکھنے لگے گا۔ عطا کر جتنا تجھ سے ہو سکے۔ ایک مرتبہ حضورؐ حضرت بلالؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے پاس ایک ڈھیری کھجوروں کی رکھی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آئندہ کی ضرورت کے لئے رکھ لیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم اس سے نہیں ڈرتے۔ کہ اس کا دھواں جہنم کی آگ میں دیکھو۔ بلال خوب خرچ کرو۔ اور عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کرو۔ یہاں ضرورت کے درجہ میں بھی آئندہ کے لئے ذخیرہ رکھنے پر عتاب ہے اور جہنم کا دھواں دیکھنے کی وعید ہے۔ حضرت بلالؓ کی شایان شان یہی چیز تھی اس لئے کہ یہ عالی مرتبہ لوگوں میں سے ہیں۔ ان کے لئے حضور ان کو گوارا نہ فرماتے تھے۔

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

ننھے بچوں کا صفحہ

بچوں کا شوقِ جہاد

(از جناب محمد شفیع عمر الدین صاحب دفتردار - میرپور خاص)

۱- پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ط) سورہ الانفال ع ۹ پ ۱۰

ترجمہ - اے نبیؐ - مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔

اس ترغیب کا جو اثر کمسن بچوں پر ہُوا وہ ذیل کی چند مثالوں سے دیکھیں۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جہاد کا اتنا شوق تھا کہ آپ کی عمر محض تیرہ برس کی تھی کہ جہاد میں شامل ہونے کے لئے بے تاب ہو گئے چھوٹی عمر ہونے کے باعث اجازت نہ مل سکی - دوسرے برس جب عمر چودہ سال کی ہوئی تو معرکۂ اُحد میں شامل ہونے کی درخواست پیش کر دی - مگر وہی کم سنی کا سوال اب بھی اس شوق کو پورا نہ کر سکا جب آپ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو آپ کو جہاد میں جانے کی اجازت ملی - اس کے بعد آپ مختلف معرکوں میں حصّہ لیتے رہے۔

۳- اب ایک دوسرے بچّے کا بھی حال سُنئے - ان کا نام ہے حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ - آپ غزوہ بدر کے مجاہدین میں اِدھر اُدھر چھپتے پھرتے تھے - کہ کہیں کمسنی کی وجہ سے جہاد پر جانے سے روک نہ دیئے جائیں جہاد پر جانے اور شہید ہونے کا شوق آپ کا اس قدر بڑھا ہُوا تھا - کہ جب واپسی کا حکم ملا تو زار و قطار رونا شروع کر دیا - اس کمسن کا اتنا بڑھا ہُوا شوق اور مایوسی کے عالم کا رونا کام آیا -

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ پر جانے کی اجازت عطا فرما دی - اور اپنے مبارک ہاتھوں سے اس ننھے مجاہد کی کمر پر تلوار باندھی آپ بہادرانہ طور پر کافروں سے خوب لڑے اور شہید ہو گئے -

۴- حضرت رافع بن خدیجؓ نے چودہ برس کے سن میں غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی آمادگی ظاہر کی - مگر اجازت نہ ملی - دوسرے سال ان کی کوشش کامیاب ہوئی - اور اُحد کی لڑائی میں شامل ہونے کی اجازت مل گئی -

۵- حضرت سمرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہمارے ایک ننھے مجاہد تھے - جن کا یہ کہنا تھا کہ میں حضرت رافع بن خدیجؓ سے زیادہ جہاد پر جانے کا مستحق ہوں - اور کشتی میں ان کو پچھاڑ سکتا ہوں - لہٰذا کشتی ہوئی - اور آپ نے کشتی جیت لی اور جنگ پر جانے کی اجازت حاصل کر لی -

---

(بقیہ) اللہ کی راہ میں خرچ صفحہ ۱۸ سے آگے

کہ ان کو کل کا فکر ہو - اور ان کو اپنے مالک پر اس کا پُورا وثوق نہ ہو - کہ جس نے آج دیا وہ کل کو بھی دے گا - ہر شخص کی ایک شان اور اس کا ایک مرتبہ ہُوا کرتا ہے - حسنات الابرار سیات المقربین مشہور مقولہ ہے کہ عامی نیک لوگوں کے لئے جو چیزیں نیکیاں ہیں - مقرب لوگوں کی شان میں وہ بھی کوتاہیاں شمار ہو جاتی ہیں - بہت سے واقعات اس کی نظیریں ہیں

بہر حال مال رکھنے کے واسطے ہرگز نہیں جمع کرنے کی چیز بالکل نہیں ہے - یہ صرف خرچ کرنے کے واسطے ہے - اپنی ذات پر کم سے کم اور دوسروں پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا اس کا فائدہ ہے - لیکن یہ بات نہایت ہی اہم اور ضروری ہے - کہ حق تعالےٰ شانہ کے ہاں سارا مدار نیت ہی پر ہے انما الاعمال بالنیات مشہور حدیث ہے - کہ اعمال کا مدار نیت ہی پر ہے - جہاں نیک نیتی ہو - محض اللہ کے واسطے خرچ کرنا ہو - چاہے اپنے نفس پر ہو چاہے اہل و عیال پر چاہے اقربا پر چاہے اغیار پر وہ برکات - ثمرات لائے بغیر نہیں رہتا اور جہاں بدنیتی ہو شہرت اور عزت مقصود ہو نیک نامی اور دوسری اغراض مل گئی ہوں وہاں نیکی برباد گناہ لازم ہو جاتا ہے وہاں برکت کا سوال ہی نہیں رہتا -

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ط اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

ترجمہ - جو لوگ قرآن کی تلاوت کرتے رہتے ہیں - اور نماز کو قائم رکھتے ہیں - اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے - اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں - وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں گھاٹا نہیں ہے اور یہ اس لئے تاکہ حق تعالےٰ شانہ ان کو ان کے اعمال کی اُجرتیں بھی پوری پوری عطا کرے اور اس کے علاوہ اپنے فضل سے (بطور انعام) اور زیادہ عطا کرے - بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے -

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں - کہ ایسی تجارت جس میں گھاٹا نہیں جنت مراد ہے جو نہ کبھی برباد ہوگی نہ خراب ہوگی اور اپنے فضل سے زیادتی سے مراد وہ ہے - جس کو (قرآن پاک میں) ولدینا مزید سے تعبیر کیا ہے - یہ آیت جس کی طرف حضرت قتادہؓ نے اشارہ کیا ہے - سورۂ ق کی آیت ہے - جس میں اللہ پاک کا ارشاد ہے - لهم ما یشاؤن فیها ولدینا مزید - ان (جنت والوں کے لئے) جنت میں ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کی یہ خواہش کریں گے اور (ان کی چاہی ہوئی چیزوں کے علاوہ) ہمارے پاس ان کے لئے اور بھی زیادہ ہے (جو ہم ان کو عطا کریں گے) اور اس کی تفسیر میں احادیث میں بہت ہی عجیب عجیب چیزیں ذکر کی گئی ہیں جو بڑی تفصیل طلب ہیں - اور ان میں سب سے اونچی چیز اللہ پاک کی رضا کا پروانہ ہے اور بار بار کی زیارت جو خوش قسمت لوگوں کو نصیب ہوگی - اور یہ اتنی بڑی دولت کیسی کم محنت چیزوں پر مرتب ہے - جن میں کوئی مشقت اٹھانا نہیں پڑتی - اللہ کی راہ میں کثرت سے خرچ کرنا - نماز

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم
(۱) لاہور بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۳۱/C مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
(۲) پشاور بذریعہ چٹھی نمبری B-3-C / ۲۷۳ - ۲۲۸۱ مورخہ ستمبر ۱۹۵۶ء

زرِ اشتراک
سالانہ [illegible]
ششماہی [illegible]
فی پرچہ [illegible]

ہفتہ وار خبریں

★ لاہور ۲۸ فروری۔ وزیر خوراک مغربی پاکستان نے آج یہاں انکشاف کیا ہے کہ حکومت نے چینی کے کوٹے میں جو کمی کی تھی۔ اُسے ایک ہفتہ کے اندر اندر بحال کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

★ نئی دہلی۔ ۲۸ فروری۔ کشمیر ڈیموکریٹک یونین اور کشمیر کسان مزدور کانفرنس نے آج یہاں ایک مشترکہ بیان جاری کیا ہے جس میں مقبوضہ کشمیر کے عوام سے کہا گیا ہے کہ نام نہاد بھارتی مقبوضہ کشمیر کے انتخابات کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے اور انتخابات کے دن کو یوم ماتم کے طور پر منایا جائے۔

★ استنبول۔ ۲۸ فروری۔ ترکی کے نامور روزنامہ "سن پوسٹ" نے اپنی حالیہ اشاعت میں مسئلہ کشمیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بین الاقوامی میدان میں پنڈت نہرو کی سیاسی شخصیت بالکل ختم ہو گئی ہے۔

★ نیویارک ۲۸ فروری۔ آج یہاں اعلان کیا گیا ہے کہ اسرائیل غازہ کے علاقہ سے اپنی فوج واپس بلانے پر رضامند ہو گیا ہے۔

★ لاہور یکم مارچ۔ آج یہاں مغربی پاکستان اسمبلی کا بجٹ اجلاس دوبارہ شروع ہونے پر اسمبلی کے اسپیکر چوہدری فضل الٰہی کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کی گئی۔ اسپیکر نے یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت دے دی۔

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔